۷۸۶/۹۲

انٹرنیاشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

اَنوارُالصُّوفِیَّہ
بنگلور

علم تصوف وعرفان کا
جامع دوماہی رسالہ

بابت ماہ جنوری، فروری 2006ء

مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ۔محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

جلد1.................شمارہ نمبر1

انٹرنیاشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)
بنگلور

3/28 1st Cross V.R. Puram
Palace Guttahalli, Bangalore 560 003
Karnataka State (India)
Contact: 23444594

اَنْوَارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

فہرست:

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
2	پیش لفظ:	1۔
3	حمد:	۲۔
4	نعت شریف:	۳۔
5	نعت شریف:	۴۔
6	حدیث شریف	۵۔
7	سورۂ فاتحہ	۶۔
11	سورۂ مزمل	۷۔
12	اشعار:	۸۔
13	دیوان حافظ	۹۔
14	گلستان سعدی:	۱۰۔
17	بوستان سعدی:	۱۱۔
23	تذکرہ اولیاء:	۱۲۔
29	نکات تصوف:	۱۳۔
30	علم تصوف:	۱۴۔
36	ضرورت شیخ یعنی پیر و مرشد:	۱۵۔
60	طالب مہجور کی فریاد:	۱۶۔
62	دین و شریعت کیا ہے	۱۷۔

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور

مجلس ٹرسٹیان

(1) مولانا مولوی جناب سید شاہ انور حسینیؒ — صدر

(2) جناب اے اے خطیب — مینجنگ ٹرسٹی

(3) جناب محمد کمال الدین — خازن

(4) ڈاکٹر سید لیاقت پیراں — ٹرسٹی

(5) جناب خلیل مامون — ٹرسٹی

(6) جناب عزیز اللہ بیگ — ٹرسٹی

(7) جنابہ شائستہ یوسف صاحبہ — ٹرسٹی

اغراض ومقاصد

۱۔ اسلوب تصوف پر عوام میں چرچہ کرنا

۲۔ تصوف کی روایات اور تعلیمات کا بغرض باہمی اتحاد و اتفاق و اخوت عوام کو بہرور کرنا

۳۔ اہل تصوف کے سوانح حیات اوران کے اقوال پر کتب کا شائع کرنا۔

۴۔ صوفی مسلک پر سمینار اور تقاریر کا اہتمام کرنا۔

۵۔ جملہ اہل تصوف اور اسلوب تصوف سے منسلک اصحاب کا اجتماع بغرض عالمی برادرانہ اخوت کو منعقد کرنا

قیمت فی رسالہ 20 روپے

قیمت سالانہ 120 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انٹرنیاشنل صُوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

دوماہی رسالہ

انوار الصوفیہ

مدیر: جناب اے۔اے۔خطیب

بابت ماہ جنوری، فروری 2006ء

مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ۔محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

علم تصوف وعرفان کا جامع رسالہ

جلد 1 .... نمبر 1

انٹرنیاشنل صوفی سنٹر

معرفت اے اے خطیب

مینجنگ ٹرسٹی

3/28 1st Cross V.R. Puram
Palace Guttahalli Bangalore 560 003
Contact: 23444594

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندۂ پروردگارم اُمتِ احمدؐ نبی — دوست دارم چہار عالم تابع اولادِ علی
مذہبِ حنفی دارم مِلتِ حضرت خلیل — خاک پایۂ غوث اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

پیش لفظ

اِنٹرنیاشنل صوفی سنٹر بنگلور کا قیام حال ہی میں اس مقصد سے ہوا کہ ہندوستانی وبیرونی اہلِ تصوف جو کہ انسانیت اور اخوت عالم کا مظہر ہیں ان کے تصانیف کو بذریعہ اشاعت عام کیا جائے۔ساتھ ہی ساتھ تقاریر ومجالس کے ذریعہ عام مومن مسلمانوں کو علم تصوف کی صحیح پہچان کرائی جائے۔ربّ جلیل وکریم کا فضل اور حبیب رؤف الرحیم کا طفیل عظیم ہے کہ یہ ادارہ سال دوم میں قدم رکھ چکا ہے۔اسی ضمن میں ہر ماہ آخری اتوار کو دارالسلام کوئنس روڈ بنگلور میں بوقت شام 4 ربجے تا 7 بجے مشہور ومعروف پیر شریعت وطریقت کے صدارت میں عالم دین کے تقاریر کا انتظام بھی کیا گیا ہے ۔ اور انگریزی زبان میں دو ماہی رسالہ بعنوان ''صوفی ورلڈ'' شائع کیا جارہا ہے جس کا ساتواں شمارہ ماہ جنوری میں شائع کیا گیا۔

اسی دوران ہمیں کئی برادران اسلام سے درخواست موصول ہوئیں کہ تصوف پر ایک رسالہ اردو میں بھی پیش کیا جائے جس سے عام مومن مسلمانوں کو فائدہ پہنچ سکے ۔ہمیں نہایت ہی مسرت ہے کہ ہم تصوف پر یہ پہلا شمارہ برزبان اردو پیش کررہے ہیں۔ہم تمام اہل علم وتصوف سے شغف اور دلچسپی رکھنے والے احباب سے مودبانہ درخواست کرتے ہیں کہ ہماری اس کاوش میں شرکت فرمائیں اور اسلوب تصوف عام کرنے میں فعال معاونت فرمائیں۔

ہم بارگاہ ایزدی میں بہ صمیم قلب اور بعجز وانکساری اپنا بے پناہ شکر وسپاس پیش کرتے ہوئے اس رسالہ کو صوری ومعنوی ہر لحاظ سے بہتر سے بہتر پیش کرنے کا سلیقہ عنایت کرنے کی درخواست کے ساتھ ہم دربار خداوندی میں دست بدعا ہیں۔

آپ تمام کے تعاون کا متمنی
اے۔ اے۔ خطیب
اڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

از: سید شاہ ابواحمد محمد علی حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی

مشہور ہو رہا ہے عزو جلال تیرا
جاری ہے ہر زباں پر قال ومقال تیرا
تو پردۂ تعین رخ سے اگر اٹھادے
عالم کو محو کردے حُسن وجمال تیرا
آنکھوں میں عاشقونکی شکلوں میں مہ رخونکی
جلوہ دکھارہا ہے یہ خط وخال تیرا
گاہے شکل ممکن گاہے برنگ واجب
نظارہ ہو رہا ہے اے باکمال تیرا
نظروں میں اہل دل کی کثرت ہے عین وحدت
ہر حال میں ہے حاصل قرب ووصال تیرا
ملجائے جام وحدت گر دعطا تجھے بھی
مٹ جائے دل سے تیرے یہ قیل وقال تیرا
مرنے سے اپنے پہلے مرکر ہوا جو واصل
حاصل ہوا اسی کو پیارے وصال تیرا
جب تجھ میں اشرفی ہے اور اشرفی میں تو ہے
پھر کیا سمجھ میں آئے ہجر و وصال تیرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از: جناب امام احمد
رضا خاں فاضل بریلوی

نعت شریف

زمین وزماں تمہارے لئے مکیں ومکاں تمہارے لئے
چنیں وچناں تمہارے لئے بنے دوجہاں تمہارے لئے
دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے ۔ اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے
اصالت کُل امامت کل ، سیادت کل، امارت کل
حکومت کل ، ولایت کل ، خدا کے یہاں تمہارے لئے
یہ شمس وقمر ، یہ شام وسحر ، یہ برگ وشجر ، یہ باغ وثمر
یہ تیغ وسپر ، یہ تاج وکمر ، یہ حکم رواں تمہارے لئے
نہ روح امیں ، نہ عرش بریں، نہ لوح مبیں ، کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں، جو رمزیں کھلیں ، ازل کی نہاں تمہارے لئے
جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دُلہن
سزائے محن، پہ ایسے منن ، یہ امن واماں تمہارے لئے
خلیل ونجی، مسیح وصفی، سبھی سے کہی ، کہیں بھی نبی
یہ بے خبری ، کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے
اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب وتواں تمہارے لئے
صبا وہ چلے، کہ باغ پھلے ، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از:
جناب اکبر وارثی صاحب

نعت شریف

جو خیال آیا تو خواب میں وہ جمال اپنا دکھا گئے
یہ مہک لہک تھی لباس میں کہ مکان سارا بسا گئے
ہمیں دامِ غم سے چھڑا گئے۔ ہمیں معصیت سے بچا گئے
وہ نبی محمد مصطفیٰؐ کہ جو سوئے عرش علیٰ گئے
یہ حلیمہ بھید کھلا نہیں۔ یہ مقامِ چون وچرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے تری بکریاں جو چرا گئے
کہیں حُسن بن کے قبول میں۔ کہیں رنگ بن کے وہ پھول میں
کہیں نور بن کے رسول میں، وہ جمال اپنا دکھا گئے
ہو درود تم پہ ہزار بار، مرے رہنما، مرے ناخدا
مراپار بیڑا لگا گئے۔ مری ڈوبی کشتی ترا گئے
تری جھوٹی کھوٹی بچی کھچی، جو ملی تو اکبرؔ وارثی
وہ بھرے نشے کی ترنگ میں کہ کہیں کہیں کی سنا گئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث شریف

رسول اکرم ﷺ کی طرف جھوٹ (ایسی بات جو آپؐ نے نہ فرمائی ہو) منسوب کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور اس پر آپؐ نے شدید وعید فرمائی ہے۔

۱......حدیث علی رضی اللہ عنہ: حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میرے متعلق جھوٹ مت بولو۔ یعنی ایسی بات جو میں نے نہ کہی ہو، اپنی طرف سے گھڑ کر میری جانب منسوب نہ کرو۔ اس لئے کہ جو میرے بارے میں جھوٹ گھڑے گا، وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔

اخرجه البخاری فی کتاب العلم : باب اثم من کذب علی النبی

۲......حدیث انسؓ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں: مجھے تمہارے سامنے زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے جو چیز روکتی ہے، وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص عمداً جھوٹی بات گھڑ کر میری طرف منسوب کرے گا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اخرجه البخاری فی کتاب العلم : باب ۳۸ اثم من کذب علی النبی

۳......حدیث ابو ہریرہؓ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص عمداً کوئی جھوٹ گھڑ کر میری طرف منسوب کرے گا، اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اخرجه البخاری فی کتاب العلم : باب ۳۸ اثم من کذب علی النبی

۴......حدیث مغیرہؓ: حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ میرے بارے میں جھوٹ بولنا کسی دوسرے شخص کے بارے میں جھوٹ بولنے کی مانند نہیں ہے۔ جو شخص عمداً جھوٹ گھڑ کر میری طرف منسوب کرے گا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اخرجه البخاری فی : کتاب ۲۳ الجنائز: باب ۳٤ مایکره من النیاحة علی ا لمیت

سورۂ فاتحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سب خوبیاں اللہ کو مالک سارے جہان والوں کا۔ بہت مہربان رحمت والا

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

روز جزا کا مالک۔ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. آمین

نہ ان کا جن پر غضب ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم۔ سورۂ فاتحہ کے اسماء: اس سورۃ کے متعدد نام ہیں۔ فاتحہ۔ فاتحۃ الکتاب۔ ام القرآن۔ سورۃ الکنز۔ کافیہ، وافیہ، شافیہ، شفاء سبع مثانی، نور، رقیہ، سورۃ الحمد، سورۃ الدعاء، تعلیم المسئلہ، سورۃ المناجاۃ، سورۃ التفویض، سورۃ السوال، ام الکتاب، فاتحۃ القرآن، ، سورۃ الصلوٰۃ۔ اس سورت میں سات آیتیں ہیں، ستائیس کلمے، ایک سو چالیس حرف ہیں۔ کوئی آیت ناسخ یا منسوخ نہیں شان نزول۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ یا دونوں میں نازل ہوئی۔ عمرو بن شرجیل سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا میں ایک ندا سنا کرتا ہوں جس میں اقرأ کہا جاتا ہے۔ ورقہ بن نوفل کو خبر دی گئی۔ عرض کیا جب یہ ندا آئے آپؐ اطمینان

سے سنیں اس کے بعد حضرت جبرئیل حاضر خدمت ہوکر عرض کیا۔ فرمایئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول میں یہ پہلی سورت ہے مگر دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سورۂ اقرأ نازل ہوئی، اس سورت میں تعلیمات بندوں کی زبان میں کلام فرمایا گیا ہے۔ احکام مسئلہ نماز میں اس سورت کا پڑھنا واجب ہے، امام منفرد کے لئے تو حقیقتاً اپنی زبان سے اور مقتدی کے لئے بقرأت حکیمہ یعنی امام کے زبان سے۔ صحیح حدیث میں ہے قرأة الامام له قرأة۔ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ قرآن پاک میں مقتدی کو خاموش رہنے اور امام کی قرأۃ سننے کا حکم دیا ہے۔ اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ۔ مسلم شریف کی حدیث ہے اذا قرأ فانصتوا ۔ جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو۔ اور بہت احادیث میں یہی مضمون ہے۔ مسئلہ: نماز جنازہ میں دعاء یاد نہ ہو تو سورۂ فاتحہ بہ نیت دعاء پڑھنا جائز ہے۔ بہ نیت قرأت جائز نہیں ۔ (عالمگیری) سورۂ فاتحہ کے فضائل، احادیث میں اس سورۂ کی بہت سی فضیلتیں وارد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توریت وانجیل وزبور میں اس کی مثل سورت نہ نازل ہوئی (ترمذی) ایک فرشتہ نے آسمان سے نازل ہوکر حضور پر سلام عرض کیا اور دو ایسے نوروں کی بشارت دی جو حضور سے پہلے کسی نبی کو عطا نہ ہوئے۔ ایک سورۂ فاتحہ، دوسرے سورۂ بقر کی آخری آیتیں (مسلم شریف) سورۂ فاتحہ ہر مرض کے لئے شفا ہے (دارمی) سورۂ فاتحہ سو مرتبہ پڑھ کر جو دعا مانگے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے (دارمی)۔ استعاذہ مسئلہ تو ت سے پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم '' پڑھنا سنت ہے (خازن) لیکن شاگرد استاد سے پڑھتا ہو تو اس کے لئے سنت نہیں (شامی) مسئلہ: نماز میں امام ومنفرد کے لئے سبحان سے فارغ ہوکر آہستہ اعوذ الخ پڑھنا سنت ہے (شامی) تسمیہ مسئلہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن پاک کی آیت ہے، مگر سورۃ فاتحہ یا اور کسی سورہ کا جزو نہیں۔ اسی لئے نماز میں جہر کے ساتھ نہ پڑھی جائے، بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرماتے تھے مسئلہ: تراویح میں جو ختم کیا جاتا ہے اس میں کہیں ایک مرتبہ بسم اللہ جہر کے ساتھ ضرور پڑھی جائے تا کہ ایک آیت باقی نہ رہ جائے مسئلہ: قرآن پاک کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع کی جائے، سوائے سورۂ برات کے مسئلہ: سورۂ نمل میں آیت سجدہ کے بعد جو بسم اللہ آئی ہے وہ مستقل آیت نہیں بلکہ جزو آیت ہے، بلا خلاف اس آیت کے ساتھ ضرور پڑھی جائے گی نماز جہری میں جہراً، سری میں سراً مسئلہ ہر مباح کام بسم

اللہ سے شروع کرنا مستحب ہے، ناجائز کام پر بسم اللہ پڑھنا ممنوع ہے سورۂ فاتحہ کے مضامین اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء ربوبیت رحمت مالکیت استحقاق عبادت توفیق خیر، بندوں کی ہدایت توجہ الی اللہ اختصاص عبادت، استعانت طلب رشد آداب دعا صالحین کے حال سے موافقت گمراہوں سے اجتناب ونفرت دنیا کی زندگانی کا خاتمہ جزاء اور روز جزاء کا مصرح ومفصل بیان ہے اور جملہ مسائل کا جمالاً ''حمد'' مسئلہ ہر کام کی ابتداء میں تسمیہ کی طرح حمد الٰہی بجالانا چاہئے۔ مسئلہ: کبھی حمد واجب ہوتی ہے، جیسے خطبہ جمعہ میں، کبھی مستحب جیسے خطبہ نکاح ودعاء ہر امر ذیشان میں اور ہر کھانے پینے کے بعد کبھی سنت موکدہ جیسے چھینک آنے کے بعد (طحطاوی) رب العـالمين میں تمام کائنات کے حادث ممکن محتاج ہونے اور اللہ تعالیٰ کے واجب قدیم ازلی ابدی حی قیوم قادر علیم ہونے کی طرف اشارہ ہے جن کو رب العالمین مستلزم ہے دو لفظوں میں علم الٰہیات کے اہم مباحث طے ہوگئے۔ ''مـالك يـوم الدين'' ملک کے ظہور تام کا بیان اور یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں کیونکہ سب اس کے مملوک ہیں اور مملوک مستحق عبادت نہیں ہوسکتا اسی سے معلوم ہوا کہ دنیا دار العمل ہے اور اس کے لئے ایک آخر ہے جہان کے سلسلہ کو ازلی وقدیم کہنا باطل ہے اختتام دنیا کے بعد ایک جزاء کا دن ہے اس سے تناسخ باطل ہوگیا ''اياك نعبد'' ذکر ذات وصفات کے بعد یہ فرمانا اشارہ کرتا ہے کہ اعتقاد عمل پر مقدم ہے اور عادت کی مقبولیت عقیدے کی صحت پر موقوف ہے، مسئلہ ''نـعبد'' کے صیغہ جمع سے ادا بجماعت بھی مستفاد ہوتی ہے اور یہ بھی کہ عوام کی عبادتیں محبوبوں اور مقبولوں کی عبادتوں کے ساتھ درجہ قبول پاتی ہیں۔ مسئلہ: اس میں رد شرک بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کسی کے لئے نہیں ہوسکتی'' ايـاك نستـعين ''میں یہ تعلیم فرمائی کہ استغاث خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے حقیقی مستعان وہی ہے باقی آلات وخدام واحباب وغیرہ سب عون الٰہی کے مظہر ہیں بندے کو چاہئے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دست قدرت کو کارکن دیکھے اس سے یہ سمجھنا کہ اولیاء وانبیاء سے مدد چاہنا شرک ہے عقیدہ باطلہ ہے۔ کیونکہ مقربان حق کی امداد، امداد الٰہی ہے استعانت بالغیر نہیں اگر اس آیت کے وہ معنی ہوتے ہیں جو وہابیہ سمجھتے تو قرآن پاک میں اعيـنـونـی بقوة اور استعينوا بالصبر والصلوة۔ کیوں وارد ہوتا اور احادیث میں اہل اللہ سے استعانت کی تعلیم کیوں دی جاتی۔ اهـدنـا الـصـراط المستقيم۔ معرفت ذات وصفات کے بعد عبادت اس کے بعد دعا تعلیم فرمائی اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ بندے کو عبادت کے بعد مشغول دعا

ہونا چاہئے ،حدیث شریف میں بھی نماز کے بعد دعا کی تعلیم فرمائی گئی (الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی السنن) صراط مستقیم سے مراد اسلام یا قرآن یا خلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضورﷺ کی آل واصحاب ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صراط مستقیم طریق اہل سنت ہے جو اہل بیت واصحاب اور سنت وقرآن وسواد اعظم سب کو مانتے ہیں۔صراط الذین انعمت علیم جملہ اولیٰ کی تفسیر ہے کہ صراط مستقیم سے طریق مسلمین مراد ہے اس سے بہت سے مسائل حل ہوتے ہیں کہ جن امور پر بزرگان دین کا عمل رہا ہو وہ صراط مستقیم میں داخل ہے۔ غیر المغضوب علیهم ولاالضالین اس میں ہدایت ہے کہ مسئلہ طالب حق کو دشمنان خدا سے اجتناب اوران کے راہ ورسم وضع واطوار سے پرہیز لازم ہے،ترمذی کی روایت ہے کہ" مغضوب علیهم ''سے یہود اور'' ضالین ''سے نصاریٰ مراد ہیں۔مسئلہ: ضاد اور ظاء میں مباحث ذاتی ہے بعض صفات کا اشتراک انہیں متحد نہیں کرسکتا لہٰذا غیر المغضوب بظا پڑھنا اگر بقصد ہو تو تحریف قرآن وکفر ہے ورنہ ناجائز مسئلہ: جو شخص ضاد کی جگہ ظا پڑھے اس کی امامت جائز نہیں (محیط برہانی)''آمین''اس کے معنی ہیں ایسا ہی کر یا قول فرما مسئلہ یہ کلمہ قرآن نہیں مسئلہ سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا سنت ہے نماز کے اندر بھی اور باہر بھی مسئلہ: حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں آمین اخفا کے ساتھ یعنی آہستہ کہی جائے تمام احادیث پر نظر اور تنقید سے یہی نتیجہ نکلتا ہے جہر کی روایتوں میں صرف وائل کی روایت صحیح ہے اس میں مد بھا کا لفظ ہے،جس کی دلالت جہر پر قطعی نہیں جیسا جہر کا احتمال ہے ویسا ہی بلکہ اس سے قوی مد ہمزہ کا احتمال ہے اس لئے یہ روایت جہر کے لئے حجت نہیں ہوسکتی دوسری روایتیں جن میں جہر ورفع کے الفاظ ہیں ان کی اسناد میں کلام ہے علاوہ بریں وہ روایت بالمعنی ہیں اور فہم روای حدیث نہیں لہٰذا آمین کا آہستہ ہی پڑھنا صحیح تر ہے۔

❖..................❖..............❖

بے سود کام : سالک کے لئے مرشد پکڑنا نہایت ضروری ہے جو شغل مرشد کی رہنمائی کے بغیر کیا جائے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی سالک اس سے کسی مقام پر پہنچتا ہے۔

(سلطان باہو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

الرفیق ثم الطریق ''اول ساتھی تلاش کرو پھر رستہ چلو''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۂ مُزَمِّل

سورہ مزمل مکی ہے اس میں بیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

اے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ (۱) رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات (۲)
(قیام) آدھی رات (کیا کرو) یا اس سے کچھ کم (۳) یا کچھ زیادہ، اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو
(۴) ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے (۵) کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس
بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے (۶) دن کے وقت تو تمہیں
اور بہت سے شغل ہوتے ہیں (۷) تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو (اور) ہر طرف سے بے تعلق
ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ (۸) (وہی) مشرق اور مغرب کا مالک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود
نہیں، تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ (۹) اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور
اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو (۱۰) اور مجھے ان جھٹلانے والوں سے جو دولتمند ہیں سمجھ لینے
دو، اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو (۱۱) کچھ شک نہیں کہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی
آگ ہے۔ (۱۲) اور گلو گیر کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب بھی ہے (۱۳) جس دن زمین اور پہاڑ
کانپنے لگیں، اور پہاڑ ایسے بھر بھرے (گویا) ریت کے ٹیلے ہو جائیں (۱۴) اے اہل مکہ جس طرح
ہم نے فرعون کے پاس (موسیٰؑ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا تھا اسی طرح تمہارے پاس (محمدؐ) رسول بھیجے
ہیں جو تمہارے مقابلے میں گواہ ہوں گے۔ سو فرعون نے (ہمارے) پیغمبر کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس
کو بڑے وبال میں پکڑ لیا (۱۶) اگر تم بھی (ان پیغمبر کو) نہ مانو گے تو اس دن سے کیونکر بچو گے جو
بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ (۱۷) اور جس سے آسمان پھٹ جائے گا یہ اس کا وعدہ (پورا) ہو کر رہیگا
(۱۸) یہ (قرآن) تو نصیحت ہے، سو جو چاہے اپنے پروردگار تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار

کر لے(۱۹) تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا کرتے ہو، اور خدا تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی، پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو، اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض خدا کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض خدا کی راہ میں لڑتے ہیں، تو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کرو اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو، اور خدا کو نیک (اور خلوص نیت سے) قرض دیتے رہو، اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو خدا کے ہاں بہتر اور صلے میں بزرگ تر پاؤ گے اور خدا سے بخشش مانگتے رہو، بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

اشعار

از: حضرت سلطان العارفین
سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند
نیک آدمی کی صحبت تجھے نیک کردے گی — اور برے آدمی کی صحبت تجھے برا کردے گی

دل بدست آور کہ حج اکبر است — این ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
دوسروں کی دلداری کر کہ یہ حج اکبر ہے — اس لئے کہ ہزاروں کعبوں سے ایک دل بہتر ہے

کعبہ تعمیر خلیل اطہر است — دل تجلی جلیل اکبر است
کعبہ ابراہیم خلیل اللہؑ کا تعمیر کردہ ہے — دل اللہ تعالیٰ کی تجلی گاہ ہے

نور حق ظاہر بود اندر ولی — نیک بیں باشی اگر اہل دلی
اللہ کا نور ولی کے اندر ظاہر ہوتا ہے — تو اگر اہل دل ہے تو نیک بن کے بیٹھ

پیر کامل صورت ظل الٰہ — یعنی دید پیر دید کبریا
کامل پیر اللہ کا سایہ ہے — یعنی پیر کا دیدار اللہ کا دیدار ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیوانِ حافظ

ازحضرت حافظ شیرازیؒ

أَلَا یَـآ أَیُّهَـا السَّـاقِـیْ أَدِرْکَا سًـاوَّنَـاوِلْهَا — کـہ عشـق آسـان نمـود اوّل ولـے افتـاد مشکلهـا

آ گاہ ! اے ساقی پیالے کا دور چلا اور وہ دے — کیونکہ ابتداء عشق آسان نظر آیا، لیکن مشکلیں آن پڑیں

بوے نافہ کآخر صبا زآں طرّہ بکشاید — زتابِ جعد مشکینش چہ خوں افتاد دردلہا

اس نافہ کی مہک کی قسم، جوآخر، صبا اس طرہ سے کھولیگی — اس کے مشکینیں گھنگریالے بالوں کی شکن کی وجہ سے دلوں میں کس قدر خون پڑ گیا ہے

بمی سجّادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید — کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اگر تجھے پیر مغاں کہے تو مصلیٰ شراب سے رنگ لے — اس لئے کہ سالک منزلوں کی رسم وراہ سے بے خبر نہیں ہوتا

مرا در منزل جاناں چہ امن وعیش چوں ہر دم — جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

مجھے محبوب کے پڑاؤ میں کیا امن وعیش؟ جب کہ ہردم — گھنٹہ اعلان کررہاہے ، کہ کجاوے کس لو

شبِ تاریک وبیم موج وگردابے چنیں ہائل — کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحلہا

اندھیری رات اور موج کا خوف اور ایسا خوفناک بھنور — ساحلوں کے بے فکر ے ہمارا حال کب سمجھ سکتے ہیں؟

ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر — نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

خودغرضی کی وجہ سے میرے تمام کام انجام میں بدنامی پر پہونچے — وہ راز کب چھپ سکتا ہے جس سے محفلیں گرم ہوں ؟

حضوری گرہمی خواہی از وغائب مشو حافظ

اے حافظ تو حضوری چاہتا ہے تو اُس سے غائب نہ ہو

مَتٰی مَـا تَلْقَ مَنْ تَهْوٰی دَعِ الدُّنْیَا وَاَمْهِلْهَا

جب تیری محبوب سے ملاقات ہو تو دنیا کو چھوڑ اور اس کو ترک کردے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلستان سعدی

از حضرت شیخ سعدیؒ

منّت مر خدائے را عزّوجلّ کہ طاعتش موجب قربت است و بہ شکر اندرش
احسان خاص اسی خدائے بزرگ اور برتر کیلئے ہے جس کی تابعداری نزدیکی کا سبب ہے اور اس کا شکر ادا کرنے میں
مزید نعمت ۔ ہر نفسے کہ فرو می رود مُمِد حیات است و چوں برمی آید
نعمت کا اضافہ ہے جو سانس اندر جاتا ہے زندگی بڑھانے والا ہے اور جب باہر آتا ہے
مفرح ذات ۔ پس در ہر نفسے دو نعمت موجود است و بر ہر نعمتے شکرے واجب
ذات کو تفریح دینے والا ہے پس ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت پر شکر ضروری ہے

بیت

از دست و زبان کہ بر آید کز عہدۂ شکرش بدر آید
کس کے ہاتھ اور زبان سے ہو سکتا ہے کہ اس کے شکر کی ذمہ داری پوری کرے

اِعْمَلُوْ اٰلَ دَاوٗدَ شُکْراً وَّ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ
اے داؤد کی اولاد شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہیں

قطعہ

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بہ درگاہِ خدا آورد
وہی بندہ بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا عذر خدا کی درگاہ میں پیش کردے

ورنہ سزا وارِ خدا وندیش کس نہ تواند کہ بجا آورد
ورنہ اس کی خدائی کے لائق کوئی بھی نہیں بجالاسکتا ہے

بارانِ رحمتِ بے حسابش ہمہ جا رسیدہ۔ وخوانِ نعمتِ بے دریغش ہمہ جا کشیدہ

اس کی بے حساب رحمت کی بارش سب کو پہونچی ہوئی ہے اور اس کی بے روک ٹوک نعمت کا دسترخوان سب جگہ بچھا ہوا ہے

پردۂ ناموس بندگاں بہ گناہِ فاحش نہ درّد۔ ووظیفۂ روزی بہ خطائے منکر نہ بُرّد

بندوں کی شرم کا پردہ سخت گناہ کی وجہ سے بھی چاک نہیں کرتا اور مقررہ روزی بدترین خطا پر بند نہیں کرتا ہے

قطعہ

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبر و ترسا وظیفہ خور داری

اے وہ داتا جو غیب کے خزانہ سے — آتش پرست اور عیسائی کو روزی پہونچاتا ہے

دوستاں را کجا کُنی محروم — تو کہ با دشمنان نظر داری

دوستوں کو تو کب محروم کرے — جب کہ تو دشمنوں کی بھی دیکھ بھال رکھتا ہے

فرّاش بادِ صبا را گفتہ تا فرشِ زمرّدیں بگستر دو دایۂ ابرِ بہاری را فرمود

اس نے پُروا ہوا کے فراش کو حکم دیا تا کہ زمرد کا سا فرش بچھائے اور موسم بہار کے ابر کی دایہ کو حکم دیا

تا بنات نبات را در مہد زمین پرورد و درختاں را بخلعت نوروزی قبائے

تا کہ گل بوٹوں کی بچیوں کو زمین کے گہوارے میں پالے اور درختوں کو نوروزی خلعت کے بدلے استبرق

استبرق در بر گرفتہ و اطفال شاخ را بہ قدومِ موسمِ ربیع کلاہِ شگوفہ

کی قبا بدن پر پہنائی اور شاخ کے بچوں کے سر پر موسم بہار کی آمد پر کلی کی ٹوپی

برسر نہادہ عُصارۂ نحلے بقدرتِ او شہدِ فائق شدہ وتخم خرمائے

اڑھائی۔ شہد کی مکھی کا نچوڑا ہوا اس قدرت سے بڑھیا شہد بنا اور چھوارے کی گٹھلی

بہ تربیت او نخل باسق گشتہ

اس کی پرورش سے تناور کھجور بنی

قطعہ

اَبرو باد و مہ وخورشید وفلک درکارا ند　　تاتو نانے بکف آری وبغفلت نخوری
ابر، ہوا، چاند، سورج، آسمان، کام میں لگے ہیں　　تاکہ تو روزی حاصل کرے اور غفلت سے نہ کھائے
ہمہ از بہرِ تو سرگشتۂ وفرماں بردار　　شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری
سب تیرے لئے پریشان ہیں اور تابعدار　　انصاف کے مناسب نہ ہوگا کہ تو (اللہ کا) حکم نہ مانے

در خبر است از سرور کائنات فخر موجودات رحمتِ عالمیاں صفوت

حدیث میں آیا ہے آنحضورؐ کی جو دنیا کے سردار ہیں موجودات کے لئے فخر ہیں جہان والوں کے لئے رحمت ہیں آدمیونکا

آدمیاں تتمّہ دورِ زماں

خلاصہ ہیں دورِ زمانہ کا تتمّہ ہیں

بیت

شَفِیْعٌ مُّطَاعٌ نَبِیٌّ کَرِیْمٌ　　قَسِیْمٌ جَسِیْمٌ نَسِیْمٌ وَسِیْمٌ
سفارش کرنے والے اطاعت کیے گئے نبی، سخی　　حسین، بھاری بھرکم، پاکیزہ، خوبصورت

قطعہ

بَلَغَ الْعُلٰے بِکَمَالِہٖ　　کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
اپنے کمال کی وجہ سے بلندی پر پہونچے　　اپنے جمال سے تاریکیوں کو روشن کیا
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ　　صَلُّوا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
ان کی سب ہی عادتیں بھلی ہیں　　ان پر اور ان کی اولاد پر درود پڑھو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بوستان سعدی

از: حضرت شیخ سعدیؒ

بنامِ جہاں دار جاں آفریں
خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو جہان کو باقی رکھنے والا جان کو پیدا کرنے والا ہے

حکیمے سخن برزباں آفریں
جو ایسا دانا ہے کہ زبان میں قوت گویائی پیدا کرنے والا ہے

خدا وند بخشندہ دستگیر
جو مالک ، بخشنے والا ، مدد گار ہے

کریمِ خطابخش وپوزش پذیر
جو سخی، خطا معاف کرنے والا، عذر قبول کرنے والا ہے

عزیزے کہ ہرکز درش سر بتافت
ایسا باعزت ہے کہ جس نے اس کے در سے منہ موڑا

بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت
(پھر) جس در پر گیا کچھ عزت نہ پائی

سرِ پادشاہانِ گردن فراز
متکبر بادشاہوں کے سر

بدرگاہِ او برزمین نیاز
اس کی بارگاہ میں عاجزی کی زمین پر ہیں

نہ گردن کشاں را بگیرد بفور
متکبروں کی فوری پکڑ نہیں کرتا ہے

نہ غذر آوراں را راند بجور
نہ معذرت کرنے والوں کو ظلم سے بھگاتا ہے

وگر خشم گیردِ بکرؔ دار زشت
اگر برے کام سے ناراض ہوتا ہے

چو باز آمدی ماجرا در نوشت
جب تو باز آجائے تو گزشتہ کو معاف کر دیتا ہے

اگر باپدر جنگ جوید کسے
اگر کوئی باپ کے ساتھ لڑائی دنگا کرے

پدر بے گماں خشم گیرد بسے
تو یقیناً باپ بہت ناراض ہو

وگر خویش راضی نباشد ز خویش
اگر اپنا اپنے سے ناراض ہو

چو بیگانگاں نش براند زپیش
تو اس کو غیروں کی طرح سامنے سے بھگا دے

وگر بندہ چابک نیاید بکار
اگر ہنر مند نوکر کام نہ آئے

عزیزش ندارد خداوندگار
تو آقا اس کو پیارا نہ رکھے

وگر بر رفیقاں نباشد شفیق
اگر دوستوں پر مہربان نہ ہو

بفرسنگ بگریزد از وے رفیق
تو دوست اس سے تین میل بھاگے

وگر ترکِ خدمت کند لشکری
اگر سپاہی خدمت نہ کرے

شود شاہِ لشکر کش از وے بری
تو سپہ سالار بادشاہ اس سے بری ہوجائے

ولیکن خداوند بالا وپست
لیکن نشیب وفراز کے مالک نے

بعصیاں درِ رزق برکس نہ بست
نافرمانی کی وجہ سے کسی پر روزی کا دروازہ بند نہیں کیا

دو کونش یکے قطرہ در بحرِ علم
دونوں جہان اس کے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں

گنہ بیند وپردہ پوشد بحلم
وہ گناہ دیکھتا ہے اور بردباری سے پردہ پوشی کرتا ہے

ادیم زمین سفرۂ عام اوست
زمین کی سطح اس کا عام دستر خوان ہے

چہ دشمن بریں خوان یغما چہ دوست
اس عام دسترخوان پر دشمن اور دوست یکساں ہیں

اگر برجفا پیشہ بشتافتے
اگر ظالم پر وہ دوڑ لاتا

کہ از دستِ قہرش اماں یافتے
تو اس کے غصے کے ہاتھ سے کون پناہ پاتا

بری ذاتش از تہمتِ ضدّ وجنس
اس کی ذات بالمقابل اور ہم جنس کی تہمت سے بری ہے

غنی ملکش از طاعتِ جنّ وانس
اس کا ملک جن اور انس کی تابع داری سے بے نیاز ہے

پرستار امرش ہمہ چیز وکس
ہر چیز اور ہر شخص اس کے حکم کا فرماں بردار ہے

بنی آدم ومرغ وموروگس
آدم کی اولاد ، پرند ،چیونٹی اور مکھی

چناں پہن خوانِ کرم گسترد
بخشش کا ایسا چوڑا دستر خوان بچھایا ہے

کہ سیمرغ در قاف قسمت خورد
کہ سیمرغ کوہ قاف میں روزی کھاتا ہے

لطیف کرم گسترِ کارساز
ایسا مہربان کرم فرمانے والا ، کام بنانے والا ہے

کہ دارائے خلقست ودانائے راز
کہ مخلوق کا نگہبان ،راز جاننے والا ہے

مراورا رسد کبریاؤ منی
اس ہی کو بڑائی اور خودی کا حق پہنچتا ہے

کہ ملکش قدیمست وذاتش غنی
کیونکہ اس کا ملک قدیم ہے اور اس کی ذات بے نیاز ہے

یکے را بسر برنہد تاجِ بخت
کسی کے سر پر نصیبے کا تاج رکھتا ہے

یکے را بخاک اندر آرد زتخت
کسی کو تخت (شاہی) سے اتار کر خاک میں ملا دیتا ہے

کلاہِ سعادت یکے بر سرش

کسی کے سر پر نیک بختی کی ٹوپی اوڑھاتا ہے

گلیم شقاوت یکے در برش

کسی کے بدن پر بدبختی کی کملی پہناتا ہے

گلستاں کند آتشے برخلیل

(ابراہیم) خلیل اللہ پر آگ کو گلزار بنادیتا ہے

گروہے بآتش برد زآب نیل

ایک گروہ کودریائے نیل کے ذریعہ دوزخ میں پہنچادیتا ہے

گر آنست منشورِ احسان اوست

اگروہ(حضرت ابراہیم کاواقعہ) ہےتواس کےاحسان کافرمان ہے

ور اینست توقیع فرمان اوست

اگر یہ(فرعون کاواقعہ) ہےتواس کے غصے کافرمان ہے

پسِ پردہ بیند عملہائے بد

پردہ کے پیچھے برے کاموں کو دیکھتا ہے

ہموپردہ پوشد بآلائے خود

وہی اپنی عنایتوں سے پردہ پوشی کرتاہے

بتہدید اگر برکشد تیغِ حکم

دھمکانے کے لئے اگر حکم کی تلوار سونتے

بمانند کرّوبیاں صمٌّ وبکمٌ

تو مقرب فرشتے بہرے گونگے ہوجائیں

وگر در دہد یک صلائے کرم

اور اگر بخشش کاایک اعلان کردے

عزازیل گوید نصیبے برم

تو شیطان بول اٹھے کہ میں بھی حصہ حاصل کرلوں گا

بدر گاہِ لُطف وبزرگیش بر

اس کی مہربانی اور بندگی کی درگاہ میں

بزرگاں نہادہ بزرگی زسر

بزرگوں نے اپنے سر سے بزرگی اتار پھینکی

فروماندگان را برحمت قریب

عاجزوں کے لئے اپنی رحمت کے اعتبار سے قریب ہے

تضرّع کناں رابدعوت مجیب

عاجزی کرنے والوں کی دعا قبول کرنے والا ہے

بر احوالِ نابودہ علمش بصیر

غیر موجود احوال کو اس کا علم دیکھنے والا ہے

بِاسرار ناگفتہ لطفش خبیر

نہ کہے ہوئے رازوں پر اس کی باریک بینی خبردار ہے

بقدرت نگہدارِبالاوَ شیب

قدرت کے ذریعہ آسمان وزمین کا نگہبان ہے

خداوندِ دیوانِ روزِ حسیب

حساب کے دن کی کچہری کا مالک ہے

نہ مستغنی ازطاعتش پشت کس

کسی کی کمر اس کی بندگی سے بے نیاز نہیں

نہ برحرفِ اوجائے انگشت کس

اس کے کسی حرف پر کسی کوانگلی دھرنے کا موقع نہیں

قدیمے نکو کار نیکی پسند

قدیم ہے، نیک کام کرنے والا، نیکی پسند کرنے والا ہے

بکلکِ قضا در رحم نقشبند

حکم کے قلم سے رحم میں (بچے کا) نقش بنانے والا ہے

ز مشرق بمغرب مه وآفتاب
مشرق سے مغرب کو چانداور سورج کو
روان کرد و گستر و گیتی برآب
چلایا اور دنیا پانی پر بچھائی

زمین از تبِ لرزه آمد ستوه
جب زمین شدت لرزه سے عاجز آئی
فرو کوفت بر دامنش میخ کوه
اس کے دامن پر پہاڑ کی کیل ٹھونک دی

دہد نطفہ راصورتے چوں پری
نطفہ کو پری جیسی صورت عنایت کرتا ہے
کہ کردست برآب صورت گری
(خدا کے علاوہ) کس نے پانی پر نقاشی کی ہے

نہد لعل وفیروزه در صلب سنگ
پتھر کی کمر میں لعل اور فیروزه پیدا فرماتا ہے
گلِ لعل درشاخِ پیروزه رنگ
سرخ پھول سبز رنگ کی شاخ میں لگتا ہے

زابر افگند قطرهٔ سوئے یم
ابر سے ایک قطره سمندر میں ڈالتا ہے
ز صلب آورد نطفهٔ درشکم
ریڑھ کی ہڈی سے نطفہ شکم (اور) میں ڈالتا ہے

ازاں قطره لولوئے لالا کند
اس قطرے سے چمکدار موتی پیدا فرماتا ہے
وزیں صورتے سرو بالا کند
اور اس (نطفہ) سے سروقد صورت بناتا ہے

برو علم یک ذره پوشیده نیست
اس پر ایک ذره کا علم بھی چھپا ہوا نہیں ہے
کہ پیدا و پنہاں بہ نزدش یکیست
اس لئے کہ اس کے لئے کھلا ڈھکا ایک ہے

مُہیّا کن روزئے مار و مُور
سانپ اور چیونٹی کی روزی مہیا کرنے والا ہے
وگر چند بیدست وپایند وزور
اگرچہ وہ کتنے ہی بے دست وپا اور کمزور ہیں

بامرش وجود از عدم نقش بست
اسی کے حکم نے عدم سے وجود پیدا ہوا
کہ داند جزاو کردن از نیست ہست
اس کے علاوہ کون نیست کو ہست کرنا جانتا ہے

دگر رہ بکتمِ عدم در برد
پھر عدم کے پردے میں لے جائے گا
وز آنجا بصحرائے محشر برد
اور وہاں سے قیامت کے میدان میں لے جائے گا

جہان متّفق بر الٰہیّتش
اس کی خدائی پر تمام جہان متفق ہے
فروماند در کُنہ ماہیّتش
اس کی ماہیت کی حقیقت میں عاجز ہے

بشر ماورائے جلالش نیافت
انسان نے اس کے جلال سے آگے کچھ نہ پایا
بصر منتہائے جمالش نیافت
نگاہ اس کے جمال کے انتہا کو نہ حاصل کرسکی

نہ براوجِ ذاتش پرد مرغِ وہم
اس کی ذات کی بلندی پر وہم کی چڑیا نہیں اڑ سکتی

نہ در ذیلِ وصفش رسد دستِ فہم
نہ اس کی صفت کے دامن تک سمجھ کا ہاتھ پہنچتا ہے

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار
اس بھنور (معرفت ذات الٰہی) میں ہزاروں کشتیاں غرق ہوگئیں

کہ پیدا نشد تختۂ برکنار
کہ ایک تختہ بھی کنارے پر نمودار نہ ہوا

چہ شبہا نشستم دریں سیر گم
اس سیر میں میں بہت سی راتیں گم ہوا بیٹھا رہا

کہ دہشت گرفت آستینم کہ قُم
اچانک دہشت نے میری آستین پکڑ لی کہ کھڑا ہو جا

محیط ست علمِ ملک بر بسیط
اللہ کا علم کائنات پر احاطہ کئے ہوئے ہے

قیاسِ تو بروے نہ گردد محیط
تیرا اندازہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا

نہ ادراک در کُنہِ ذاتش رسد
علم اس کی ذات کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے

نہ فکرت بغورِ صفاتش رسد
نہ غور و فکر اس کی صفات کی گہرائی تک پہنچ سکتا ہے

تواں در بلاغت بسحباں رسید
فصاحت میں سحبان کے مرتبہ تک پہنچا جا سکتا ہے

نہ در کُنہ بے چونِ سُبحاں رسید
سبحان بے مثال کی حقیقت تک نہیں پہنچا جا سکتا

کہ خاصاں دریں رہ فرس راندہ اند
کیونکہ خاصانِ خدا نے اس راستے میں گھوڑے دوڑائے ہیں

بلا اُحصی از تگ فرو ماندہ اند
لا احصی کے مطابق دوڑ سے عاجز رہے ہیں

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
ہر جگہ گھوڑا نہیں دوڑایا جا سکتا ہے

کہ جاہا سپر باید انداختن
بلکہ بہت سے مواقع پر ڈھال پھینک دینی پڑتی ہے

وگر سالکے محرمِ راز گشت
اگر کوئی سالک بھید سے خبردار ہوا

بہ بندند بروئے درِ باز گشت
تو اس کی واپسی کا دروازہ بند کر دیتے ہیں

کسے را دریں بزم ساغر دہند
اس محفل میں اس کو جام دیتے ہیں

کہ داروئے بیہوشیش در دہند
جس کو بے ہوشی کا دوا اس میں ملا دیتے ہیں

یکے باز را دیدہ بردوختہ ست
کسی باز کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں

یکے دیدہ ہا باز و پر سوختہ ست
کسی کی آنکھیں کھلی ہیں پر جلے ہوئے ہیں

کسے رہ سوئے گنجِ قاروں نبرد
قارون کے خزانے کا کسی کو راستہ نہ ملا

وگر بُرد رہ باز بیروں نبرد
اگر راستہ ملا تو پھر واپس نہ لوٹا

نہ براوجِ ذاتش پرد مرغ وہم
اس کی ذات کی بلندی پر وہم کی چڑیا نہیں اڑ سکتی

نہ در ذیلِ وصفش رسد دست فہم
نہ اس کی صفت کے دامن تک سمجھ کا ہاتھ پہنچتا ہے

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار
اس بھنور (معرفت ذات الٰہی) میں ہزاروں کشتیاں غرق ہو گئیں

کہ پیدا نشد تختۂ برکنار
کہ ایک تختہ بھی کنارے پر نمودار نہ ہوا

چہ شبہا نشستم دریں سیر گُم
اس سیر میں میں بہت سی راتیں گم ہوا بیٹھا رہا

کہ دہشت گرفت آستینم کہ قُم
اچانک دہشت نے میری آستین پکڑلی کہ کھڑا ہو جا

محیط ست علم ملک بربسیط
اللہ کا علم کائنات پر احاطہ کئے ہوئے ہے

قیاس تو بروے نہ گرد ومحیط
تیرا اندازہ اس کا احاطہ نہیں کرسکتا

نہ ادراک درکُنہِ ذاتش رسد
علم اس کی ذات کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ہے

نہ فکرت بغورِ صفاتش رسد
نہ غور وفکر اس کی صفات کی گہرائی تک پہنچ سکتا ہے

تواں در بلاغت بسحباں رسید
فصاحت میں سحبان کے مرتبہ تک پہنچا جاسکتا ہے

نہ درکُنہ بے چونِ سُبحاں رسید
سبحان بے مثال کی حقیقت تک نہیں پہنچا جاسکتا

کہ خاصاں دریں رہ فرس راندہ اند
کیونکہ خاصانِ خدا نے اس راستے میں گھوڑے دوڑائے ہیں

بلا احصی از تگ فرو ماندہ اند
لا احصی کے مطابق دوڑ سے عاجز رہے ہیں

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
ہر جگہ گھوڑا نہیں دوڑایا جاسکتا ہے

کہ جاہا سپر باید انداختن
بلکہ بہت سے مواقع پر ڈھال پھینک دینی پڑتی ہے

وگر سالکے محرمِ راز گشت
اگر کوئی سالک بھید سے خبر دار ہوا

بہ بند ند بروئے درِ باز گشت
تو اس کی واپسی کا دروازہ بند کردیتے ہیں

کسے را دریں بزم ساغر دہند
اس محفل میں اس کو جام دیتے ہیں

کہ داروئے بیہوشیش در دہند
جس کو بے ہوشی کا دوا اس میں ملادیتے ہیں

یکے باز را دیدہ بردوختہ ست
کسی باز کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں

یکے دیدہ ہا باز وپرسوختہ ست
کسی کی آنکھیں کھلی ہیں پر جلے ہوئے ہیں

کسے رہ سوئے گنجِ قاروں نبُرد
قارون کے خزانے کا کسی کو راستہ نہ ملا

وگر بُرد رہ باز بیروں نبرد
اگر راستہ ملا تو پھر واپس نہ لوٹا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۃ اولیاء

....از حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ

حضرت ابومحمد امام جعفر صادق کے حالات ومناقب

تعارف: آپ کا نام نامی جعفر صادق اور کنیت ابومحمد ہے۔آپ کے مناقب اور کرامتوں کے متعلق جو کچھ بھی تحریر کیا جائے بہت کم ہے۔آپ امت محمدی کے لئے صرف بادشاہ اور حجت نبوی کے لئے روشن دلیل ہی نہیں بلکہ صدق وتحقیق پر عمل پیرا۔اولیاء کرام کے باغ کا پھل،آل علی،نبیوں کے سردار کے جگر گوشہ اور صحیح معنوں میں وارث نبی بھی ہیں۔اور آپ کی عظمت وشان کے اعتبار سے ان خطابات کو کسی طرح بھی نامناسب نہیں کہا جاسکتا۔اور یہ بات ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء وصحابہ اور اہل بیت کے حالات اگر تفصیل کے ساتھ لکھے جائیں تو اس کے لئے الگ ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔اسی لئے ہم اپنی تصنیف میں حصول برکت کے لئے صرف ان اولیاء کرام کے حالات ومناقب بیان کررہے ہیں جو اہل بیت کے بعد ہوئے اور ان میں سب سے پہلے حضرت امام جعفر صادق کے حالات سے شروع کررہے ہیں۔

حالات: آپ کا درجہ صحابہ کرام کے بعد ہی آتا ہے لیکن اہل بیت میں شامل ہونے کی وجہ سے نہ صرف باب،طریقت ہی میں آپ سے ارشادات منقول ہیں،بلکہ بہت سی روایتیں بھی مروی ہیں۔اور انہیں کثیر ارشادات میں سے بعض چیزیں بطور سعادت ہم یہاں بیان کررہے ہیں اور جو لوگ آپ کے طریقہ پر عمل پیرا ہیں وہ بارہ اماموں کے مسلک پر گامزن ہیں۔کیونکہ آپ کا مسلک بارہ اماموں کے طریقت کا قائم مقام ہے اور اگر تنہا آپ ہی کے حالات ومناقب بیان کردیئے جائیں تو بارہ اماموں کے مناقب کا ذکر تصور کیا جائے گا۔آپ نہ صرف مجموعہ کمالات وپیشوائے طریقت کے مشائخ ہیں بلکہ ارباب ذوق اور عاشقان طریقت اور زاہدان عالمی مقام کے مقتدا بھی ہیں نیز آپ نے اپنی بہت سی تصانیف میں رازہائے طریقت کو بڑے اچھے پیرائے میں واضح فرمایا

ہے اور حضرت امام باقر کے بھی کثیر مناقب روایت کئے ہیں۔

غلط فہمی کاازالہ: مصنف فرماتے ہیں مجھے ان کم فہم لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل سنت نعوذ باللہ اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں جب کہ صحیح معنوں میں اہل سنت ہی اہل بیت سے محبت رکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے عقائد ہی میں یہ شئے داخل ہے کہ رسول خدا پر ایمان لانے کے بعد ان کی اولاد سے محبت کرنا لازم ہے۔

امام شافعی پر رافضیت کاالزام: کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اہل بیت ہی کی محبت کی وجہ سے حضرت امام شافعی کو رافضی کا خطاب دے کر قید کر دیا گیا، جس کے متعلق امام صاحب خود اپنے ہی ایک شعر میں اشارہ فرماتے ہیں کہ اگر اہل بیت سے محبت کا نام رفض ہے تو پھر پورے عالم کو میرے رافضی ہونے پر گواہ رہنا چاہئے۔ اور اگر بالفرض اہل بیت اور صحابہ کرام سے محبت کرنا ارکان ایمان میں داخل نہ بھی ہو تب بھی ان سے محبت کرنے اور ان کے حالات سے باخبر رہنے میں کیا حرج واقع ہوتا ہے۔ اسی لئے ہر اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح وہ حضور اکرم کے مراتب سے آگاہی حاصل کرتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت کے مراتب کو بھی مراتب افضل خیال کرے۔

سنی کی تعریف: صحیح معنوں میں اسی کو سنی کہا جاتا ہے جو حضور اکرمؐ سے رشتہ رکھنے والوں میں سے کسی کی فضیلت کا بھی منکر نہ ہو۔ ایک روایت ہے کہ کسی نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین میں سب سے زیادہ افضل کون ہے؟ فرمایا کہ بیٹیوں میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا، بوڑھوں میں صدیق اکبر و حضرت عمرؓ اور جوانوں میں حضرت عثمان و علی اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

عظمت اولیاء کااظہار: خلیفہ منصور نے ایک شب اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ امام جعفر صادق کو میرے روبرو پیش کرو تا کہ میں ان کو قتل کر دوں۔ وزیر نے عرض کیا کہ دنیا کو خیرباد کہہ کر جو شخص عزلت نشین ہو گیا ہو اس کو قتل کرنا قرین مصلحت نہیں لیکن خلیفہ نے غضبناک ہو کر کہا کہ میرے حکم کی تعمیل تم پر ضروری ہے۔ چنانچہ مجبوراً جب وزیر امام جعفر صادق کو لینے چلا گیا تو منصور نے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جس وقت میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو تم فی الفور امام جعفر صادق کو قتل کر دینا لیکن جب آپ تشریف لائے تو آپ کے عظمت وجلال سے خلیفہ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ

بے قرار ہوکر آپ کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا اور نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی مؤدبانہ آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی حاجات اور ضروریات کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب سے اہم حاجت وضرورت یہ ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت وریاضت میں خلل واقع نہ ہو۔ چنانچہ منصور نے وعدہ کرکے عزت اوراحترام کے ساتھ آپ کو رخصت کیا لیکن آپ کے دبدبے کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ لرزہ براندام ہوکر مکمل تین شب وروز بے ہوش رہا۔ لیکن بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے کی حد تک غشی طاری رہی۔ بہرحال خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر اور غلام حیران ہو گئے۔

اور جب خلیفہ سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ جس وقت امام جعفر صادق میرے پاس تشریف لائے تو ان کے ساتھ اتنا بڑا اژدھا تھا جو اپنے جبڑوں کے درمیان پورے چبوترے کو گھیرے میں لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا اگر تو نے ذرا سی گستاخی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نگل جاؤں گا۔ چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہوگئی اور میں نے آپ سے معافی طلب کرلی۔

نجات عمل پر موقوف ہے نسب پر نہیں: ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی حاضر خدمت ہوکر امام جعفر صادقؒ سے عرض کیا کہ آپ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لئے مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں۔ لیکن آپ خاموش رہے اور جب دوبارہ داؤد طائی نے کہا کہ اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت بخشی ہے اس لحاظ سے نصیحت کرنا آپ کے لئے ضروری ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے یہی تو خوف لگا ہوا ہے کہ قیامت کے دن میرے جد اعلیٰ ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر بیٹھیں کہ تو نے خود میرا اتباع کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ نجات کا تعلق نسب سے نہیں بلکہ اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔ یہ سن کر داؤد طائی کو بہت عبرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب اہل بیت پر خوف کے غلبہ کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کرسکتا ہوں۔

نفاق سے نفرت: جب آپ تارک دنیا ہو گئے تو حضرت ابوسفیان ثوری نے حاضر خدمت ہوکر فرمایا کہ مخلوق آپ کے تارک الدنیا ہونے سے آپ کے فیوض عالیہ سے محروم ہوگئی ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل شعر پڑھے۔

ذہب الوفا ذھاب انس الذاہب	والناس بین تخائل وما رب
کسی جانے والے انسان کی طرح وفا بھی چلی گئی	اور لوگ اپنے خیالات میں غرق رہ گئے
یھشون بینھم المودۃ والوفا	وقلوبھم محشوۃ بعقارب
گو بظاہر ایک دوسرے کے ساتھ اظہار محبت ووفا کرتے ہیں	لیکن ان کے قلوب بچھوؤں سے لبریز ہیں

ظاہر مخلوق کے لئے اور باطن خالق کے لئے: ایک دفعہ آپ کو بیش بہا لباس میں دیکھ کر کسی نے اعتراض کیا کہ اتنا قیمتی لباس اہل بیت کے لئے مناسب نہیں۔ تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اپنی آستین پر پھیرا تو اس کو آپ کا لباس ٹاٹ سے بھی زیادہ کھردرا محسوس ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ ھذا للخلق وھذا للحق۔ یعنی مخلوق کی نگاہوں میں تو یہ عمدہ لباس ہے لیکن حق کے لئے یہی کھردرا ہے۔

دانش مند کون ہے: ایک مرتبہ آپ نے امام ابوحنیفہ سے سوال کیا کہ دانش مند کی کیا تعریف ہے امام صاحب نے جواب دیا کہ جو بھلائی اور برائی میں امتیاز کر سکے۔ آپ نے کہا یہ امتیاز تو جانور بھی کر لیتے ہیں کیونکہ جو ان کی خدمت کرتا ہے ان کو ایذا نہیں پہنچاتے اور جو تکلیف دیتا ہے اس کو کاٹ کھاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے پوچھا کہ پھر آپ کے نزدیک دانشمندی کی کیا علامت ہے؟ جواب دیا کہ جو دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی کو اختیار کرے۔ اور دو برائیوں میں سے مصلحۃً کم برائی پر عمل کرے۔

کبریائی رب پر فخر کرنا تکبر نہیں: کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ظاہری و باطنی فضل و کمال کے باوجود آپ میں تکبر پایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا متکبر تو نہیں ہوں۔ البتہ جب میں نے کبر کو ترک کر دیا تو میرے رب کی کبریائی نے مجھے گھیر لیا۔ اس لئے میں اپنے کبر پر نازاں نہیں ہوں، بلکہ میں تو رب کی کبریائی پر فخر کرتا ہوں۔

سبق آموز واقعہ: کسی شخص کی دینار کی تھیلی گم ہو گئی تو اس نے آپ پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ میری تھیلی آپ ہی نے چرائی ہے حضرت جعفرؓ نے اس سے سوال کیا کہ اس میں کتنی رقم تھی؟ اس نے کہا دو ہزار دینار۔ چنانچہ گھر لے جا کر آپ نے اس کو دو ہزار دینار دے دیئے اور بعد میں جب اس کی کھوئی ہوئی تھیلی کسی دوسری جگہ سے مل گئی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر کے معافی چاہتے ہوئے آپ سے رقم واپس لینے کی درخواست کی، لیکن آپ نے فرمایا ہم کسی کو دے کر واپس

نہیں لیتے پھر جب لوگوں سے اس کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہوا تو اس نے بے حد ندامت کا اظہار کیا۔

حق رفاقت : ایک مرتبہ آپ تنہا اللہ جل شانہ، کا ورد کرتے ہوئے کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک اور شخص بھی اللہ جل شانہ کا ورد کرتا ہوا آپ کے ساتھ ہو گیا۔ اس وقت آپ کی زبان سے نکلا کہ اے اللہ! اس وقت میرے پاس کوئی بہتر لباس نہیں ہے۔ چنانچہ یہ کہتے ہی غیب سے ایک بہت قیمتی لباس نمودار ہوا اور آپ نے زیب تن کر لیا لیکن اس شخص نے جو آپ کے ساتھ لگا ہوا تھا عرض کیا کہ میں بھی تو اللہ جل شانہ کا ورد کرنے میں آپ کا شریک ہوں لہٰذا آپ اپنا پرانا لباس مجھے عنایت فرما دیں۔ آپ نے لباس اتار کر اس کے حوالے کر دیا۔

طریقہ ھدایت: کسی نے آپ سے عرض کیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار کروا دیجئے آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ سے فرمایا گیا تھا کہ لن ترانی تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اس نے عرض کیا یہ تو مجھے بھی علم ہے لیکن یہ تو امت محمدی ہے جس میں ایک تو یہ کہتا ہے کہ رانی قلبی میرے قلب نے اپنے پروردگار کو دیکھا، اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ لم اعبد ربا لم اراہ یعنی میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جو مجھ کو نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ چنانچہ جب اس کو پانی میں ڈال دیا گیا اور پانی نے اس کو اوپر پھینکا تو اس نے حضرت سے بہت فریاد کی لیکن آپ نے پانی کو حکم دیا کہ اس کو خوب اچھی طرح اوپر نیچے غوطے دے اور جب کئی مرتبہ پانی نے غوطے دیئے اور وہ لب مرگ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا۔ اس وقت حضرت نے اس کو پانی سے باہر نکلوایا اور حواس درست ہونے کے بعد دریافت فرمایا کہ اب تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا؟ اس نے عرض کیا کہ جب تک میں دوسروں سے اعانت کا طلب گار رہا اس وقت تک تو میرے سامنے ایک حجاب سا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا تو میرے قلب میں ایک سوراخ نمودار ہوا اور پہلی سی بے قراری ختم ہو گئی۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول ہے ''کون ہے جو حاجت مند کے پکارنے پر اس کا جواب دے'' آپ نے فرمایا کہ جب تک تو نے صادق کو آواز دی اس وقت تک تو جھوٹا تھا اور اب قلبی سوراخ کی حفاظت کرنا۔

ارشادات : فرمایا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی خاص شئے پر موجود ہے یا کسی شئے سے قائم ہے وہ کافر ہے۔ فرمایا کہ جس معصیت سے قبل انسان میں خوف پیدا ہو وہ اگر توبہ کر لے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور جس عبادت کی ابتداء میں مامون رہنا اور آخر میں خود بینی پیدا

ہونا شروع ہوتو اس کا نتیجہ بعد الٰہی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور جو شخص عبادت پر فخر کرے وہ گہنگار ہے اور جو معصیت پر اظہار ندامت کرے وہ فرمانبردار ہے۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ صبر کرنے والے درویش اور شکر کرنے والے مالدار میں سے آپ کے نزدیک کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صبر کرنے والے درویش کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ مالدار کو ہمہ اوقات اپنے مال کا تصور رہتا ہے۔ اور درویش کو صرف اللہ تعالیٰ کا خیال۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ''توبہ کرنے والے ہی عبادت گزار ہیں'' آپ فرماتے ہیں کہ ذکر الٰہی کی تعریف یہ ہے کہ جس میں مشغول ہونے کے بعد دنیا کی ہر شئے کو بھول جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر شئے کا نعم البدل ہے۔ یختص برحمته من یشآء کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے۔ یعنی تمام اسباب و وسائل ختم کر دیئے جاتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ عطائے الٰہی بلا واسطہ ہے نہ کہ بالواسطہ۔ فرمایا مومن کی تعریف یہ ہے کہ جو اپنے مولیٰ کی اطاعت میں ہمہ تن مشغول رہے فرمایا کہ صاحب کرامت وہ ہے جو اپنی ذات کے لئے نفس کو سرکشی سے آمادہ بجنگ رہے کیونکہ نفس سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ تک رسائی کا سبب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اوصاف مقبولیت میں سے ایک وصف الہام بھی ہے جو لوگ دلائل سے الہام کو بے بنیاد قرار دیتے ہیں وہ بد دین ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندے میں اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جتنا کہ رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر چیونٹی رینگتی ہے۔ فرمایا کہ عشق الٰہی نہ تو اچھا ہے نہ برا۔ فرمایا کہ مجھ پر رموز حقیقت اس وقت منکشف ہوئے جب میں خود دیوانہ ہو گیا۔ فرمایا نیک بختی کی علامت یہ بھی ہے کہ عقلمند دشمن سے واسطہ پڑ جائے۔ فرمایا کہ پانچ لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اول جھوٹے سے کیونکہ اس کی صحبت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوم بے وقوف سے کیونکہ جس قدر وہ تمہاری منفعت چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچے گا۔ سوم کنجوس سے کیونکہ اس کی صحبت سے بہترین وقت رائیگاں ہو جاتا ہے۔ چہارم بزدل سے کیونکہ یہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ پنجم فاسق سے کیونکہ ایک نوالے کی طمع میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں فردوس و جہنم کا نمونہ پیش کر دیا ہے۔ کیونکہ آسائش جنت ہے اور تکلیف جہنم۔ اور جنت کا صرف وہی حقدار ہے جو اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور دوزخ اس کا مقصد ہے جو اپنے امور نفس سرکش کے حوالے کر دے۔ فرمایا کہ اگر دشمنوں کی صحبت سے اولیاء کرام کو ضرر پہنچ سکتا تو فرعون سے آسیہ کو پہنچتا اور اگر

اولیاء کی صحبت دشمن کے لئے فائدہ مند ہوتی تو سب سے پہلے حضرت نوح اور حضرت کی ازواج کو فائدہ پہنچتا۔ لیکن قبض اور بسط کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

اعتذار: اگرچہ آپ کے فضائل وارشادات بہت زیادہ ہیں لیکن طوالت کے خوف سے حصول سعادت کے پیش نظر اختصار کے ساتھ بیان کر دیئے گئے۔

☆..............................☆

نکات تصوف

حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت اور طریقت کے مباحث پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ظاہری احکام شریعت کی غرض وغایت تزکیہ وصفائی ظاہری ہے۔ طریقت میں باطن کا تزکیہ اور تصفیہ ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہئے کہ نماز کے کپڑوں کا نجاست سے پاک ہونا شرط ہے۔ تو یہ حکم شریعت ہے۔ حکم طریقت یہ ہے کہ نمازی کا دل ہر قسم کی کدورت اور اخلاق ذمیمہ سے پاک وصاف ہو۔ پس جو شخص شریعت پر عمل کرتے ہوئے طریقت پر کاربند ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو زمرۂ عام سے نکال کر طبقۂ خواص میں داخل فرما دیتا ہے۔ انبیاء کی دعوت اور شریعت کی تعلیم کی غرض وغایت تزکیۂ ظاہر کے ساتھ درحقیقت تزکیہ باطن ہے۔ گویا شریعت طریقت کی پہلی سیڑھی اور طریقت حقیقت کی پہلی سیڑھی ہے۔ پس جو شخص شریعت سے بے بہرہ ہے وہ طریقت اور حقیقت سے بھی بے بہرہ ہے۔ نیز ارشاد ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ سراسر غلط ہے کہ شریعت، طریقت اور حقیقت ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ دیکھو بادام کے اندر تین چیزیں ہوتی ہیں۔ پوست، مغز اور روغن یہ تینوں ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک دوسرے کا خلاصہ ہیں۔ پوست کا خلاصہ مغز ہے اور مغز کا خلاصہ روغن، اسی طرح شریعت کا خلاصہ طریقت اور طریقت کا خلاصہ حقیقت ہے۔ (روح تصوف)

حضرت شرف الدین احمد منیریؒ کا ارشاد ہے کہ شریعت کے بغیر راہ سلوک میں قدم رکھنا جہالت اور ہلاکت ہے۔ شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک سالک کو شریعت سے واقفیت نہیں تو وہ طریقت اور حقیقت سے آگاہی حاصل نہیں کرسکتا۔ شریعت کے بغیر راہ طریقت پر پاکوٹھے پر بغیر زینہ کے دیوار پھاند کر چڑھنا ہے (معدن المعانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمِ تصوّف

از: مولانا مولوی ابوالکمال محمد حبیب اللہ حنفی قادریؒ

واضح ہو کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول علم شریعت جو بطریق احکام قرآن وحدیث وفقہ حاصل ہوتا ہے اس کو علم ظاہری بھی کہتے ہیں۔ قسم دوم علم طریقت جو بطریق مراقبہ ومکاشفہ مجاہدہ ومشاہدہ حاصل ہوتا ہے اس کو علم باطنی بھی کہتے ہیں اور یہ دونوں قسمیں علم الانسان مالم یعلم کے کلیہ میں داخل ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں کا واحد مقصد صرف معرفت ووحدت وکثرت ومعرفت ذاتِ الٰہی وماسوائی ہے اسی کی طرف مولانا روم نے اشارہ کیا ہے۔

گرچہ تفسیر زباں روشن گراست　　لیک عشق بے زباں روشن تراست
اگرچہ زبان کی گویائی ظاہر ہے　　لیکن بے زبان عشق کی خاموشی بالکل ظاہر ہے
چون قلم اندر نوشتن می شتافت　　چوں بعشق آمد قلم برخود شگافت
جیسے قلم کی زبان تیز لکھی چلی جاتی تھی　　جب عشق آگیا تو قلم کی زباں خود پھٹ گئی
آفتاب آمد دلیل آفتاب　　گر دلیلت باید از وے روحتاب
آفتاب خود اپنی آپ دلیل ہے　　گر تجھ کو دلیل چاہئے تو اس سے چہرانہ پھرا
ازوے ارسایہ نشانی میدہد　　شمس ہر دم نور جانی میدہد
اگر اس کا سایہ کچھ نشان دیتا ہے　　آفتاب ہر وقت نور جان دیتا ہے

یعنی علم شریعت وعلم طریقت مانند زبان ودل مثل شمس وسایہ (دھوپ چھاؤں) آپس میں چولی دامن کی دوستی رکھتے ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کثرت کے رنگ میں وحدت نما ہیں۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا من تصوف ولم یتفقه فقد تزندق یعنی جس نے علم تصوف سیکھا اور علم فقہ نہ سیکھا تو وہ زندیق ہوگیا۔

حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تفقہ ثم

تعین گر مٹے دل سے تو کفر آ ثار ہو جائے   اگر عقدے کھلیں تسبیح کے زُنّار ہو جائے

تیسرا گروہ طائفہ ایجادیہ یعنی وحدت الایجاد (ہمہ بدوست) کا قائل ہیکہ خارج میں اللہ واجب الوجود اور عالم موجود اصلی ہے یعنی خالق واجب اور مخلوق ممکن ثابت ہے جیسا کہ مثنوی میں مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

ماعدم ہائیم ہستی ہائے ما   تو وجود مطلق فانی نما
ہم اور ہماری ہستیاں گویا نیستیاں ہیں   تو وجود مطلق ہے فانی جیسا دکھائی دیتا ہے

نیست را بنمود ہست آں محتشم   ہست را بنمود برشکل عدم
نیست کو اس نے ہست دکھلایا   ہست کو اس نے نیست دکھلایا

بحر را پوشید وکف را آشکار   باد را پوشید وبنمودت غبار
سمندر کو چھپایا اور کف کو ظاہر کیا   ہوا کو چھپایا اور غبار کو ظاہر کیا

خاک را بینی ببالا اے علیل   بادرا جز نے بتعریف ودلیل
مٹی کو بلندی پر دیکھتا ہے تو اے نادان   ہوا کو مگر تعریف ودلیل سے

کف بحسن بینی و دریا از دلیل   فکر پنہاں آشکارا قال وقیل
کف کو بظاہر آنکھ سے دیکھتا ہے اور دریا کو دلیل سے   فکر پوشیدہ ہے مگر قال وقیل آشکار ہے

باد و ماؤ بود ما از داد تست   ہستی ماجملہ از ایجاد تست
ہماری بود و باش تیری بدولت ہے   ہمارا وجود وشہود تمام تیری ایجاد سے ہے

کلمۂ توحید

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے   آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا

مومن کامل وہ ہے جو توحید وجودی کی تصویر کھینچے بایں طور کہ وجود ذات وصفات حق کو جملہ کائنات موجودات کا آئینہ قرار دے یا بایں طور کہ کل کائنات موجودات کو وجود ذات وصفات حق کے آئینہ سمجھے باعتبار اول وجود ذات واجب الوجود وصفات واسماء قدیم ہیں باعتبار دوم آثار واحکام وتجلیات وجود حق حادث وممکن ہیں۔

اسی توحید وجودی کے تین مرتبے ہیں، مرتبۂ توحید افعالی، مرتبۂ توحید صفاتی، مرتبہ توحید ذاتی۔

توحید افعالی۔ کلمۂ لافاعل الا اللہ کا قائل ہوجاتا ہے۔ یعنی کل افعال کا فاعل وخالق مسبب الاسباب بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں ہاں اس کے اسباب اور علل بھی ہیں۔

چونکہ عارف باللہ کو ان کی طرف التفات نہیں ہوتا وہ ان کی نفی کردیتا ہے دیکھو مولانا رومؒ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

خفتہ از احوال دنیا روز وشب — چوں قلم درپنجۂ تقلیب رب
دنیا کے حالات سے سوئے ہوئے رات دن — جیسا کہ رب عالم کے پنجے میں قلم ہے
آنکہ اوپنجہ نہ بیند در رقم — دخل پندار دبہ جنبش از قلم
جو شخص لکھنے میں پنجہ پر نظر نہیں کرتا — وہ سمجھتا ہے کہ حرکت صرف قلم سے ہوتی ہے

توحید صفاتی۔ کلمۂ لا صفات الااللہ کا قائل ہوجاتا ہے یعنی عاشق سالک بن کر ہر صفت میں اللہ کی صفت کی طرف التفات کرتا ہے بجز صفات الٰہیہ کے دوسری صفتوں کو معدوم سمجھتا ہے دیکھو مولانا رومؒ اسی کے طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

آئنہ کز زنگِ آلائش جدا است — پرشعاع نور خورشید خدا است
جو آئینہ دل ایسے غیرے کی آلودگی سے پاک ہے — وہ آفتاب خداوندی کے نور سے روشن ہے
روتو زنگار از رُخِ اوپاک کن — بعد ازاں آں نور را ادراک کن
جا تو پہلے اس کے چہرے سے زنگ کو دور کر — اس کے بعد اس کے نور کو سمجھنے کی کوشش کر

توحید ذاتی۔ کلمۂ لآذات الا اللہ کا قائل ہوجاتا ہے

یعنی عاشق ہالک بن کر بجز ذات الٰہی کے اور ذات کی طرف مطلقاً توجہ نہ کرے بلکہ دوسرے ذات وصفات کی نفی کردے جیسا کہ حضرت مُلّا جامیؒ فرماتے ہیں۔

ممکن زتنگنائ عدم ناکشیدہ رخت — واجب بجلوہ گاہ عیاں نانہادہ گام
لیکن عدم کی بستی سے ابھی نہ نکلا ہوا — واجب بجلوہ گاہ ظہور میں قدم نہ رکھا ہوا
درحیرتم کہ ایں ہمہ نقش غریب چیست — برلوح صورت آمدہ مشہود خاص وعام
میں حیرت میں پڑا ہوں کہ یہ عجیب وغریب نقش کیا ہے — جو عام وخاص کے لوح تصویر پر نظر آتا ہے

ہر ایک نہفتہ لیک زمرآت آں دگر ۔ بر داشتہ زجادۂ احکام خویش گام
ہرایک چھپا ہوا اس دوسرے سے گر ۔ اپنے احکام کے جادے سے قدم اٹھائے ہوئے

بادہ نہاں وجام نہاں وآں پدید ۔ درجام عکس بادہ ودر بادہ عکس جام
شراب اورجام پوشیدہ اوروہ آشکارا ۔ جام میں عکس شراب ہےاور عکس شراب میں جام ہے

یعنی سالک مذکورہ تینوں مرتبوں کے سمندروں میں غوطہ زن ہوکرتناور نکلے اورفنافی الشیخ ۔فنافی الرسول ۔فنافی اللہ ان تینوں درجوں میں ہالک ہوکر بقاباللہ کے مرتبہ میں کلمۂ نفی واثبات کا ذکر جہری کرے کلمۂ الا اله الا اللّٰه ہردم اس کا وردزباں پر رہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ اپنی کتاب القول الجمیل کی چوتھی فصل میں طریقہ اس کا اس طرح لکھتے ہیں کہ بطورنماز روبقبلہ بیٹھے اوراپنی آنکھ بند کرلے۔اورلا کہے گویا اپنی ناف سے اس کو نکالتا ہے پھراس کو کھینچے یہاں تک کہ داہنے مونڈھے تک پہونچے پھر الٰہ کہے گویا اس کو دماغ کی جھلی سے نکالتا ہے پھر الا اللّٰه کو دل پر شدت اور قوت سے ضرب کرنے اور محبوبیت یا مقصودیت یا موجودیت کی نفی غیرحق سے ملاحظہ کرے اوراثبات اس کا ذکر مقدس میں دھیان کرے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

چیزے کہ وجود او بخود نیست ۔ ہستیش نہادن از خرد نیست
جو چیز از خود وجود نہیں رکھتی ہو ۔ اس کو موجود تصور کرنا عقل کا کام نہیں

ہستی کہ بحق قوام دارد ۔ اونیست ولیک نام دارد
جو وجود کے حق سے بناتا ہے ۔ گو وہ نہیں لیکن نام ونشان رکھتا ہے

فالعين واحدة والحكم مختلف ۔ وذاك سر لا هل العلم يكشف

لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه

حضرات صوفیائے کرام کے نزدیک یہ کلمۂ تامہ سات مراتب مشہورہ کی طرف اشارہ ہے جن میں متزلات ستہ داخل ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب تک حقیقت محمدیہ یعنی مرتبۂ وحدت کا برزخ کبریٰ نہ سمجھ لیا جائے اس وقت تک طالب ذات مرتبۂ احدیت ،مرتبۂ وحدت ،مرتبۂ واحدیت ،مرتبۂ روح ،مرتبہ مثال ،مرتبہ جسم مرتبہ انسان ہرگز نہیں سمجھ سکتا اور نہ اثبات ذات نہ نفی کلی کرسکتا اسی بنا

اعتزل یعنی پہلے علم شریعت سیکھ پھر علم طریقت دیکھو جواہرالحقائق۔ایک شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

عبـاداتنا شتیٰ او حسنك واحد ۔۔۔ وکـل الـیٰ ذاك الـجمـال یشیـر

ساری عبادتیں مختلف اور حسن تیرا واحد ہے ۔۔۔ اور تمام اسی جمال کی طرف اشارہ کرتی ہیں

لیـس عـلـی اللّٰه بـمستـنـد ۔۔۔ ایـن یـجمع الـعـالـم فی واحـد

یہ کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دور نہیں ۔۔۔ کہ ایک ذات میں کل عالم کو سمودے

جملہ مشائخ طریقت کے تین گروہ ہیں پہلا گروہ طائفہ وجود یہ یعنی وحدت الوجود (ہمہ اوست) کا قائل ہے کہ خارج میں صرف اللہ کا ایک وجود حقیقی ہے اور ماسویٰ اللہ بوجود ظنی موجود ہے جیسا کہ شمس محقق ہے اور ظل شمسی متوہم ۔ دوسرا گروہ طائفہ شہود یہ یعنی وحدت الشہو د (ہمہ از اوست) کا قائل ہے کہ خارج میں اللہ واجب الوجود اور عالم اسی سے ممکن الوجود موجود بوجود ظلی جیسا کہ آئینہ محقق اور عکس اس کا حاصل ہے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

علم دین فقہ است وتفسیر وحدیث ۔۔۔ ہر کہ خواند غیر ازیں گردو خبیث

سید شاہ کمال الدینؒ کہتے ہیں

مغز علوم فقہ وحدیث وکتاب ہے ۔۔۔ یہ علم مغز فقہ وحدیث وکتاب کا

بعض بزرگان دین وحدت الوجود کے قائل ہیں اور بعض وحدت الشہو د کے قائل ہیں اور بعض توجیہ وتاویل کے ساتھ دونوں کے قائل ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث وصوفی صافی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی جلد اول ص ۵۲ میں ہے۔وحدت الوجود کے قائل کو کافر کہنا اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور اس سے مناکحت نہ کرنا اور اس کا ذبیحہ نہ کھانا ہرگز روا نہیں بلکہ اس کو مسلمان سمجھے اور اس کے ساتھ ابتدأ بالسلام وجواب عطیہ عیادت مریض شہود جنازہ لازم ہے لیکن وحدۃ الوجود کا اعتقاد عقاید اسلام کی ضروریات میں داخل نہیں اگر کوئی اس کا معتقد نہ ہو اور اس کو نہ سمجھے تو اس کے اسلام میں کوئی نقصان نہیں لیکن جو بزرگان دین اس کے معتقد ہیں ان کے حق میں کلمات نازیبا کہنے سے پرہیز لازم ہے اور عوام الناس کو واجب ہے کہ اس مسئلہ میں اثباتاً ونفیاً کوئی بات منہ سے نہ نکالیں اور اس کے بارے میں بحث نہ کریں کہ فساد عقیدہ کا اندیشہ ہے۔میر درد کا شعر ملاحظہ ہو۔

پر علمائے ظاہر و باطن کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ طالب اگر کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ کلمہ مُحمد رسول اللہ کو نہ ملائے تو وہ ہرگز مومن نہیں بن سکتا اس کے لئے دین کا نقشہ ذہن نشین کر لیا جائے۔

اسی بنا پر سعدی شیرازی نے کیا اچھا کہا ہے

مپندار سعدیؔ کہ راہ صفا
تواں رفت جز برپئے مصطفٰؐ

یعنی سعدیؔ یہ نہ سمجھ کہ راہ صفا بجز پیروی محمد مصطفٰے تو چل سکتا ہے

(باقی آئندہ شمارہ میں)

اشعار

از: سلطان باہوؒ

شریعت نور سریست از نبی — این شریعت کے رشد اہل از شقی
شریعت نبیؐ کے اسرار کا نور ہے — بد بخت اس شریعت تک کب پہنچ سکتا ہے

جز شریعت نیست راہ معرفت — اہل بدعت چیست باشد خر صفت
شریعت کو چھوڑ کر معرفت کا کوئی راستہ نہیں — اور بدعتی لوگ گدھوں کی صفات رکھتے ہیں ان کے سوا کچھ نہیں

شریعتے خلوت بود برتن تمام
شریعت کے احکام تمام جسم پر جاری ہوتے ہیں جو خلوت نام ہے

بے شریعت نیست عارف اہلِ خام
شریعت پر عمل کئے بغیر عارف نہیں ہو سکتا۔ وہ بد عمل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضرورت شیخ یعنی پیر و مرشد

..............................از: حضرت پیر طریقت سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی

عالیجناب اعلیٰ حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین والکاملین جناب معلیٰ القاب حضرت مولانا مولوی عالم۔ فاضل۔ حافظ حاجی۔ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی، مجدّدی، محدث دہلوی علی پوری ادام اللہ ظلہم کی خدمت اقدس میں ایک سائل نے سوال کیا تھا کہ جب ہم علم دین کتابوں سے پڑھ سکتے ہیں یا علمائے دین سے اس کے مسائل دریافت کر سکتے ہیں تو پھر پیر و مرشد کی کیا ضرورت رہی؟ اور وہ کونسی چیز ہے جو علمائے دین سے اور کتابوں سے حاصل نہیں ہوتی اور پیر و مرشد سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا جواب جو جناب ممدوح الصدر نے دیا تھا۔ عرضہ ہوا۔ لہٰذا ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ حضور پرنور کے جواب لاجواب سے بہت سے دل متاثر ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسوله النبی الکریم ونحن علیٰ ذٰلك من الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین اما بعد۔ خداوند تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔ یآ ایھا الذین اٰمنوا اتقواللہ وابتغوا الیه الوسیلة وجاھدوا فی سبیله لعلکم تفلحون۔ یعنی اے ایماندارو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف کوئی وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں کوشش کرو تاکہ تم خلاصی پاؤ۔ اس آیت شریف میں خداوند نے تصریح کے ساتھ وسیلہ کی تاکید فرمائی ہے۔ یعنی ایمان اور اتقا اور جہاد فی سبیل اللہ کو جیسا ضروری بیان فرمایا ہے ویسے ہی وسیلہ کا پکڑنا بھی ایک ضروری امر قرار

دیا ہے بلکہ نجات کا دارومدار ہی ان چار چیزوں پر رکھا ہے۔

ایمان ہو، **القا** ہو، **جهاد** ہو **اور وسیله** ۔ان کے قرب کے حاصل کرنے کے واسطے بھی ہو۔ جب تو نجات ہے ۔ ورنہ معاملہ مشکل ہے خداوند تعالیٰ کو اپنی مخلوقات کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اور ان پر نہایت درجہ کی عنایت ومہربانی ہے باوجود ایسے الطاف وتعلق کے پھر بھی ہدایت کا ذریعہ رسولوں اور انبیاؤں کو ہی ٹھہرایا۔ کیونکہ قدرت نے جہاں اور کائنات کو بغیر قواعد کے نہیں چھوڑا وہاں ہدایت کے محکمہ میں بھی ایسے قواعد جاری فرمائے ہیں کہ ان کی پابندی کے بدون ہدایت کے سلسلے کا جاری رہنا محال ہے۔ رسول خالق اور مخلوق کے مابین برزخ ہوتا ہے اور اس کو دونوں طرف تعلق ہوتا ہے ۔ دل اس کا خداوند کے ساتھ ہوتا ہے اور جسم مخلوق کے ساتھ۔

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق سے شامل　　　خواص اس برزخ کبریٰ میں تھا حرف مشدد کا

اس برزخ کا یہ کام ہوتا ہے کہ مخلوق کو خالق کی رضا پر ثابت قدم ہونے کی ہدایت کرے عبادت کے قاعدے سکھلائے اور خداوند اور بندوں کے معاملات میں جو بندوں کی سیہ کاریوں کی وجہ سے پیچیدگیاں واقع ہوگئی ہوں۔ ان کو دور کر کے معاملہ صاف کردے۔ عہد رسالت کے بعد یہ خدمت خلافت کو سپرد ہوئی جس کو حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفا نے بڑی محنت سے نبھایا۔ اور قیامت تک یہی خلفاء رسول اس خدمت کو انجام دیتے رہیں گے اسی گروہ کو **گروه صوفیائے کرام یا پیران عظام یا مرشد کامل** کہا جاتا ہے۔ یہی فرقہ خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلہ ہے یعنی قرب الٰہی کے حاصل کرنے کے واسطے پیران عظام میں سے کسی ایک کو وسیلہ پکڑنا طالبان حق کے لئے ضروری بلکہ فرض ہے۔ آیت مذکورہ کی تفسیر میں **شاه ولی اللّٰه محدث دهلوی** رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے نقل کر کے وسیلہ سے ذات مرشد مراد لی ہے اور جن لوگوں نے لفظ وسیلہ کے معنی قرآن شریف یا ذات رسول علیہ السلام اختیار کئے ہیں ان کو شاہ صاحب موصوف یوں جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنوں کو خطاب کر کے وسیلہ کی تلاش کا حکم فرمایا ہے اور کوئی شخص جب تک قرآن شریف اور جناب

رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہ لائے مومن نہیں ہوتا۔ یعنی مومن وہی ہے جو قرآن پاک اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دل سے حق مان چکا ہو۔ پس وہ وسیلہ کوئی اور وجود ہوگا جس کی تلاش کا بندوں کو قرآن اور رسول علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد حکم فرمایا ہے اور وہ مرشد کی ذات ہے جو بندے کو مولیٰ سے واصل کر دیتا ہے شریعت پر چلنے کا لوگوں کو حکم کرتا ہے۔ بدی سے روک کر لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دلوں میں قائم کرتا ہے اگر چہ ہادیٔ حقیقی خدا کی ذات ہے وہ جسے چاہے ہدایت کرے مگر یہ بھی اس حکیم کی حکمت ہے کہ دنیا کو عالم اسباب بنا کر ہر ایک چیز کو سلسلۂ اسباب میں ایسا پابند کر دیا کہ جیسے کوئی بچہ بغیر ماں باپ کے پیدا نہیں ہوتا اسی طرح سے پیر اور مرید کے تعلق کے بدوں کوئی طالب حق خدا سے واصل نہیں ہوتا یعنی جب تک کوئی پیر کامل دستیاب نہ ہو ہدایت کا حاصل ہونا محال ہے۔ یہی قاعدہ دنیا کی ہر ایک چیز پر جاری ہے۔ حضرت مولانائے روم فرماتے ہیں اشعار۔

ہیچکس از نزد خود چیزے نشد — ہیچ آہن خنجر تیزے نشد
ہیچ حلوائی نشد استاد کار — تا کہ شاگرد شکر ریزے نشد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم — تا غلام شمس تبریزے نشد

ان تین بیتوں کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کچھ نہیں بن سکتا۔ جیسے کہ کوئی لوہا خواہ وہ کیسا ہی اعلےٰ درجہ کا ہو۔ لوہار کی محنت کے بغیر تلوار نہیں بن سکتا۔ دوسرے بیت میں یوں فرماتے ہیں کہ تلوار کا بننا تو بڑا کام ہے مٹھائی جو صرف تین چیزوں (گھی۔ چینی۔ میدہ) سے بنتی ہے یہ بھی کسی حلوائی کی شاگردی کے بغیر نہیں بن سکتی۔ تیسرا بیت جو اس غزل کا مقطع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مولوی بھی جب تک حضرت شمس تبریز کا غلام نہ بنا یہ بھی مولانائے روم کہلانے کا مستحق نہیں ہوا نتیجہ یہ کہ کوئی بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا کام کسی دوسرے کی امداد کے بغیر اس دنیا میں ہو نہیں سکتا یعنی جب مٹھائی جیسی چیز بھی استاد کی مدد کے بغیر نہیں بن سکتی تو ایک خاک کے پتلے کا مقرب الٰہی بن جانا پیر کی امداد کے بغیر کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسری جگہ مولانائے روم اس طرح فرماتے ہیں ؎

پیر زا بگزیں کہ بے پیر این سفر　　ہست بس پر آفت وخوف وخطر
کاندریں راہ بارہا تو رفتۂ　　بے قلا وز اندروں آشفتۂ

یعنی جن راہوں میں تو ہر روز چلتا پھرتا ہے ان میں بدوقہ کی امداد کے بغیر بھول جاتا ہے۔ تو راہ سلوک جس کو تو نے کبھی نہیں دیکھا اور جس میں نفس جیسے اور شیطان جیسے راہزن موجود ہوں اس میں کسی راہنما کی امداد کے بغیر تو کیسے چل سکتا ہے۔ آج کل کا مشاہدہ گواہ ہے کہ اس زمانہ میں وہی لوگ زیادہ تر گمراہ ہوئے جن کا کسی سلسلہ پیران عظام سے تعلق نہ تھا جن لوگوں نے کسی خلیفۂ رسول یعنی پیر کامل کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔ اور خود بخود اس راہ کو طے کر کے پیر بننے کی کوشش کی وہ شیطان کا شکار ہوئے اور اس ہدایت شیطانی کے موافق اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن ایک نیا فرقہ جاری ہوتا ہے اور اس فرقہ کے خیالات بھی نئے ہوتے ہیں۔ قرآن پاک اور احکام شریعت کو اپنے خیالات کو موافق بنانا چاہتے ہیں۔ تاویل کے پیرایہ میں تحریف قرآنی کرتے ہیں۔ احادیث نبویہ کو الٹ پلٹ کر اپنی رائے کے ماتحت بناتے ہیں خود ہادی بنتے ہیں۔ اس طرح سے خود گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ مرشد برحق کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ان جان وایمان کے دشمن فریبی راہزنوں سے لوگوں کو بچایا جاوے۔

مرشد ایسا ہونا چاہئے جو خود کسی ایسے سلسلۂ پیران میں داخل ہو جو سلسلہ جناب رسول علیہ السلام تک جا پہونچتا ہو۔ جیسے تسبیح کے دانے ایک دوسرے سے مل کر ایک سلسلہ کا حکم رکھتے ہیں اور سب ایک ہی امام کے پیچھے ہوتے ہیں یا زنجیر کے حلقے جو ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں یا جس طرح سے ایک چراغ دوسرے چراغ سے روشن کیا جاتا ہے اور اس دوسرے چراغ سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا۔ یہاں تک کہ اگر ایک ہزار چراغ بھی اسی سلسلہ سے روشن کیا جاوے تو ہزارویں چراغ کی روشنی میں بھی یہ عام انتقال کمی پیدا نہیں کرسکتا۔ یعنی اس چراغ میں بھی وہی نور پایا جاوے گا جو پہلے چراغ میں تھا۔ اسی طرح سے آپ سلسلہ صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کو ہی تصور کرلیں کہ سیدنا جناب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ کا نور سینہ بسینہ پیران عظام کے سینوں میں منتقل

ہوکر آیا ہوا ہے یعنی جناب حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ مبارک سے حضرت صدیق اکبر کے سینہ میں وہ نور منتقل ہوا۔ حدیث شریف ماصب الله فی صدری صببهه فی صدرابی بکر (جو کچھ میرے سینہ میں خدائے تعالیٰ نے ڈالا تھا میں نے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ علیہ کے سینہ میں ڈال ڈال دیا) اس پر گواہ ہے وہاں سے حضرت سلمان فارسیؓ کے سینہ میں آیا۔ وہاں سے حضرت قاسمؒ نے لیا۔ غرض اسی سلسلہ سے میرے پیرومرشد جناب حضرت باباجی صاحب قبلہ عالم تیراہیؒ کے سینہ میں ظاہر ہوا۔ بزرگانِ دین کا سلسلہ تار گھروں کے دفتروں کا سا ہے۔ سارے بزرگان کی روحیں آپس میں تعلق رکھتی ہیں۔ ایک اسٹیشن پر اگر تار ہلادی جاوے تو سب تار گھروں میں وہ خبر جا پہنچتی ہے۔ یعنی ہر ایک صوفی کی روحانی برق کا تعلق تجلیات الٰہی کے سب سے بڑے دفتر یعنی دربار حضرت رسول اللہ صلعم سے قائم ہوتا ہے۔ باقی سب تار برقیاں اسی صدر کی شاخیں ہیں۔

یا یوں کہو کہ بجلی کی وہ کل جس میں بجلی پیدا کر کے انسان کے جسم میں پہونچائی جاتی ہے۔ اس کل کو گھماؤ اور ایک آدمی کا ہاتھ اس سے لگاؤ وہ بجلی اس آدمی کے جسم میں اثر کرے گی۔ پھر اس آدمی کے ساتھ دوسرا آدمی اور دوسرے کے ساتھ تیسرا آدمی ہاتھ لگاتے جاویں۔ تو جس قدر انسان اس برقی سلسلہ میں شامل ہوں گے سب کے جسم میں وہی تاثیر موجود ہوں گی۔ جو پہلے آدمی کے بدن میں تھی۔ اسی طرح سے جو لوگ برق محمدی کے سلسلہ میں مسلسل ہیں ان کے سینوں میں بھی وہی نور عرفان موجود ہے جو سینہ نبوی میں تھا۔ پس ضرور ہوا کہ جو شخص اس نور عرفان کا طالب ہو وہ صوفیہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین کے سلاسل میں سے کسی سلسلہ کے پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرے۔ ورنہ محروم رہے گا۔ کیونکہ صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سینوں کے بغیر اس نور عرفان کا حاصل ہونا محال ہے۔

اس مضمون کی تائید میں تفسیر روح البیان کی مندرجہ ذیل عبارت کافی شہادت ہے۔ واعلم ان الایۃ الکریمہ صرحت بالامر بابتغاء الوسیلة ولا بد منها البتته فان الوصول الی الله تعالیٰ لایحصل الا بالوسیلة وهی علماء التحقیقة ومشائخ الطریقة (قال الحافظ) قطع ایں مرحلہ بے ہمری خضر مکن ظلمات است بترس از خطر

گمراہی۔ والعمل بالنفس یزید فی وجودھا واما العمل وفق اشارة المرشد ودلالة الانبیآء والاولیآء فیخلصھا من الوجود ویرفع الحجاب ویوصل الطالب الیٰ رباب قال الشیخ ابوالحسنؒ الشاذلی کنت انا وصاحب لی قداوینا الی معنارة لطلب الدخول الی اللّٰہ واقمنا فیھا ونقول یفتح لنا غدا او بعد غد فدخل علینا یوما رجل ذوھیبةو علمنا انه من اولیآء اللّٰہ فقلنا له کیف حالك فقال کیف یکون حال من یقول یفتح لنا غداً او بعد غد یا نفس لم لا تعبدین اللّٰہ فتیفظنا وتبنا الی اللّٰہ تعالیٰ وبعد ذالك فتح علینا فلا بد من قطع التعلق من کل وجه لینکشف حقیقة الحال الخ۔
یعنی واضح رہے کہ اس آیۂ کریمہ نے وسیلہ کے طلب کرنے کی صاف طور سے تصریح کی ہے۔ جس سے ہرگز چارہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وصول الی اللہ بغیر وسیلہ کے ممکن نہیں۔ اور وسیلہ سے مراد علماء حقیقت اور مشائخ طریقت ہیں اور نفس کی رائے پر عمل کرنا اس کے وجود کو زیادہ کرتا ہے۔ لیکن مرشد کے حکم اور انبیاء اور اولیاء کی دلالت پر عمل کرنے سے نفس اپنے اخلاق ذمیمہ سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے۔ اور حجاب دور ہوجاتے ہیں اور طالبؐ رب الارباب کے ساتھ واصل ہوجاتا ہے۔ شیخ ابوالحسن شاذلیؒ نے فرمایا ہے کہ میں ایک رفیق کے ساتھ ایک غار میں طلب خدا کے واسطے گیا۔ اور ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے کہ ہمارا کام کل یا پرسوں تک ہوجاوے گا۔ ایک دن ایک بارعب آدمی ہمارے پاس آیا اور اس کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ ولی کامل ہے۔ ہم نے اس کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اس شخص کے حال کیا کیا پوچھنا جو کہے کہ میرا کام کل یا پرسوں تک بن جاوے گا۔ اے نفس تو اللہ کی بندگی اللہ ہی کے واسطے کیوں نہیں کرتا۔ اس سے ہم ہوشیار ہوگئے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی اس کے بعد ہماری مشکل آسان ہوگئی۔ بے شک برگزیدہ لوگوں کی صحبت میں شرف عظیم وسعادت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔ انتہےٰ کلامہ

دوسری دلیل: یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ قد جاء کم من اللّٰہ نور وکتاب مبین (اے ایماندارو) تمہارے پاس خدا کی طرف سے

نوراور قرآن آیا ہے پس قرآن شریف تو ہم علمائے ظاہر سے سیکھ سکتے ہیں لیکن وہ نور عرفان پیران عظام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اس واسطے کسی پیر کی خدمت میں جانا ضرور ہوا۔

تیسری دلیل : قرآن پاک میں ہے۔ هوالذی بعث فی الامین رسولا منهم یتلوا علیم أیاته ویزکیم ویعلمهم الکتاب والحکمة یعنی ہم نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا۔ وہ ان پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے۔ اوران کو پاک کرتا ہے اوران کو قرآن مجید اور حکمت سکھاتا ہے اس آیت میں تین چیزوں کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک تو آئیت کا پڑھنا۔ دوسرے لوگوں کو پاک بنانا تیسری کتاب اور حکمت سکھانا۔ تو دل کو پاک کرنے کے واسطے ضروری ہوا کہ ہم کسی ایسے ایک شیخ کی تلاش کریں اوراس کی خدمت میں حاضر ہوں جس کا سینہ نور عرفان سے منور ہو اور کسی پیر کی توجہ سے پاک وصاف ہو چکا ہو۔

چوتھی دلیل: دنیا میں چندروزہ زندگی بسر کرنے کے واسطے انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا نمونہ پیش نظر رکھے جو ہر کام میں اس کی راہنمائی کا نمونہ ہوتا کہ کل اُمور دینی ودنیاوی میں اس کی تقلید کرے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ اعمال اس کو دیکھ کر بجالاوے۔ چنانچہ فقیر پچھلے سال دہلی میں تھا تو مخدومی مکرمی جناب مولانا واستادنا مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی کی خدمت میں سوال کیا گیا کہ آیا کسی پیر کے ساتھ بیعت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ نہایت ضروری ہے پھر محمد زرین خاں صاحب اپیل نویس پشاور نے عرض کی کہ اس عمل کے ضروری ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس واسطے کے شیخ مرید کو عملی نمونہ بن کر دکھلاوے۔ اس پر انہوں نے عرض کی کہ کیا آپ کو بھی پیر کی ضرورت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں مجھے بھی ضرورت ہے۔ مثل مشہور ہے کہ نصیحت سے مثال بہتر ہے"۔ خداوند پاک کی قدرت کاملہ کو کون نہیں سمجھتا۔ جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کا کون قائل نہیں مگر پھر بھی استاد یا والدین کا زیادہ ڈر ہوتا ہے ان کا ہر ایک قول اور فعل ہم پر زیادہ اثر پیدا کرتا ہے اوران سے ڈر بھی زیادہ لگتا ہے کیونکہ نمونہ اور مثال پیش نظر رہتا ہے۔

پانچویں دلیل: قرآن پاک میں ہے یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم ۔یعنی قیامت کے دن مال اور بیٹے نفع نہیں دیں گے مگر اس شخص کو جو ہماری بارگاہ میں سلامت دل لاوے گا۔اس آیت سے ثابت ہوا کہ قلب دو قسم کا ہوتا ہے ایک قلب سلیم اور دوسرا قلب مریض ۔عموماً قلب تین بیماریوں میں گرفتار ہوتے ہیں ایک بیماری تو حدیث نفس ہے یعنی دل خود بخود باتیں کئے جاوے جیسے کوئی آدمی ایک جگہ تنہا بیٹھا ہوا خود بخود باتیں کررہا ہو تو جو آدمی باہر سے آوے گا اس کو ضرور پاگل تصور کرے گا ایسے ہی دو دل خود بخود باتیں کئے جاویں اس کو دانا لوگ دیوانہ دل کہتے ہیں۔یہ دیوانگی ہر ایک شخص میں موجود ہے الا ماشاءاللہ

غور کر کے دیکھ لو کہ کسی وقت جب انسان تنہا بیٹھا ہوا ہو تو دل کی طرف خیال کر کے دیکھے کہ دل کیسے کیسے خیالات ڈوڑاتا ہے بس یہی بیماری دل کی ہے۔حدیث شریف میں اس مرض کے دفعیہ کی تاکید موجود ہے فرمایا من صلی رکعتیں ولم یحدث فیه نفسه (مشکوۃ شریف) یعنی جو شخص دو رکعت ادا کرے اور ان میں اس کا دل باتیں نہ کرے تو اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اس پر ایک مثال صادق آتی ہے کہ ایک دن میاں شیخ چلی صاحب نماز میں کھڑے ہوئے تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ میرے پاس دو پیسے ہیں ان کے انڈے خرید کر بچے نکلواؤنگا۔اس طرح سے بہت سی مرغیاں ہوجائیں گی تو ان کو بیچ کر بکریاں لوں گا۔

وہ فروخت کر کے گائے خریدوں گا ۔اس تجارت مں بہت سا روپیہ پیدا کر کے شادی کرلوں گا دو بچے ہوں گے ایک کا نام عبداللہ رکھوں گا دوسرے کا نام عبدالرحمٰن ۔عبداللہ عربی پڑھ کر مولوی فاضل ہوجاوے گا عبدالرحمٰن انگریزی پڑھ کر ایم اے پاس کرے گا۔عبداللہ عربی لباس رکھے گا اور عبدالرحمٰن انگریزی اس ہی ادھیڑ پن میں تھا کہ پیٹ میں درد اٹھا درد کا اٹھنا تھا کہ نہ وہ خیالی پلاؤ رہے اور نہ وہ نماز۔

اس مثال سے پورے طور پر خیال میں آسکتا ہے کہ ایک آدمی ایک وقت میں تین کام کرسکتا ہے رکوع سجود بھی کرسکتا ہے قرآن شریف بھی پڑھ سکتا ہے ۔ بچے بھی نکلوا سکتا ہے ۔

حقیقت میں شیخ چلی ایک نہیں تھا بلکہ دو تھے۔ ایک وہ جو قرآن شریف پڑھ رہا ہے اور دوسرا وہ جو بچے نکلوا رہا ہے جب تک انڈوں بچوں والا شیخ چلی نہ مر جائے۔ تب تک نماز کامل نہیں ہوتی وہ شیخ چلی والی نماز تو خدا کے ساتھ ٹھٹھا ہے کہ زبان تو اس کی حمد کہہ رہی ہے اور دل بچے انڈے نکلوا رہا ہے۔

برزباں تسبیح ودر دل گاؤ خر　　　　این چنیں تسبیح کے دارد اثر

قول مشہور ہے موتوا قبل ان تموتو یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ کا مطلب یہ کہ اس شیخ چلی کو مار ڈالو۔ مگر یہ شیخ چلی نہ تو تلوار سے مرتا ہے اور نہ کسی بندوق سے۔ نہ کسی دوسرے ہتھیار سے بلکہ اس کے مارنے کے واسطے پیر کامل کا ہونا ضروری ہے۔

ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر　　　　دامن آں نفس کش را سخت گیر

اب واضح ہے کہ شیخ چلی کوئی خاص آدمی نہ تھا بلکہ ہر ایک آدمی اگر غور کرے تو وہی شیخ چلی ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس شیخ چلی کی طرف شارہ کیا گیا ہے۔ الذی یوسوس فی صدور الناس۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب تک وہ انڈے بچے نکوالنے والا شیخ چلی نہ مر جائے تب تک کوئی عبادت ٹھیک نہیں ہوتی۔

دوسری بیماری دل کے خطرات ہیں اور وہ چار قسم پر ہوتے ہیں۔ رحمانی، ملکانی، نفسانی اور شیطانی۔ ان نفسانی اور شیطانی خطرات کے دور کرنے کے واسطے بھی کسی پیر کی ضرورت ہے۔

مثلاً کسی آدمی کی نگاہ کسی خوبصورت عورت سے لڑ گئی۔ آنکھیں چار ہوتے ہی اس خوبصورت چہرے کا نقشہ اس کے دل میں کھچ گیا ہے۔ میر تقی

ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ　　　　صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

عاشق بے چارہ ایسا محو نظارہ ہوا کہ دنیا و مافیھا کی کوئی خبر نہ رہی شعر

در و دیوار ہمہ آئینہ شد از کثرت شوق　　　　ہر کجا مے نگرم روئے تُرا مے بینم

کی حالت ہوگئی۔ اس مرض کے علاج کے واسطے اگر سارے جہان کے ڈاکٹر اور طبیب جمع ہوں تو بھی شفا محال۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی　　　　مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مگر خداوند عالم نے چند مبارک وجود دنیا میں ایسے بھی پیدا کئے ہیں جو اس درد کی دواء کر سکتے ہیں وہی پیران عظام ہیں کامل پیر کی ایک نظر توجہ سے ہی یکلخت وہ سارا خیال دل سے دور ہو سکتا ہے۔ حضرت سید بھیکھ صاحبؒ فرماتے ہیں ۔

ست گُر ایسا چاہئے جو صقلی گر سا ہو ۔ جنم جنم کے مورچے پل میں دیوے کھو

تیسری بیماری دل کی انتقاش صور محسوسات ہے۔ مثلاً ایک شخص نے لاہور کی شاہی مسجد دیکھی ہوئی ہے جس وقت اس کے پاس اس کا ذکر کیا جاوے تو فوراً وہ مسجد اس کی آنکھوں کے روبرو دکھائی دینے لگ جاوے گی یا اور کوئی خوبصورت نظارہ اگر اس نے دیکھا ہو تو اس کی شکل بھی ذرا سا غور کرنے سے اس کو روبرو آجاوے گی اس بیماری کے دور کرنے کے واسطے بھی ضرور ہے کہ کوئی پیر کامل ہو جو لوگوں کے دلوں سے ایسے خیال دور کر سکے کیونکہ یہ بھی توجہ الی اللہ میں ایک روک ہے۔

چھٹی دلیل: خداوند تعالیٰ نے اس کارخانہ قدرت میں ہزار ہا امراض پیدا کئے اور ان کے علاج کے واسطے ہزار ہا ذرائع صحت مقرر کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہر شہر میں صد ہا طبیب ڈاکٹر و ویدک موجود ہیں۔ تو قرین قیاس ہے کہ روحانی اور باطنی بیماریوں کے واسطے بھی ضرور ڈاکٹر اور حکیم مقرر کئے ہوں گے ایسے ڈاکٹر یا طبیب خدا رسیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو پیر یا مرشد کے نام سے تعبیر لئے جاتے ہیں۔ ان روحانی اطبا کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک برابر جاری چلا آیا ہے۔ پس ہم کو اپنی روحانی امراض کا علاج ان روحانی طبیبوں سے ہی کرانا چاہئے۔

ساتویں دلیل: قرآن پاک میں ہے۔ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون ۔ یعنی گناہوں کی شامت سے ان کے دلوں پر زنگ لگے ہوئے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب آدمی ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہی کا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے پھر جب دوسرا گناہ اس سے سرزد ہوتا ہے تو دوسرا نقطہ پڑ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ گناہ کی کثرت سے دل بالکل سیاہ بن جاتا ہے پھر اس پر کوئی وعظ یا کلام اثر نہیں کرتا جب زنگ زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ نہ تو علم سے دور ہوتا ہے اور نہ وعظ سے بلکہ علمائے ظاہر بھی اس زنگ کے دور کرنے سے عاری ہیں اس کے صیقل کرنے کے لئے کسی مرشد کامل کی توجہ درکار

ہے جو اپنی توجۂ باطنی سے اس زنگار کو دور کر کے دل کو نورانی اور روشن بنا دیوے مولانا ئے غنیمت کنجاہی کا قول ہے کہ ؎

اے بے پیر تا پیرت نباشد ہوائے معصیت دل مے خراشد

یعنی اے بے پیر جب تک تیرا کوئی پیر نہ ہوگا گناہوں کے ہوس تیرے دل کو چھلتی رہے گی

آٹھویں دلیل: حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اولوالعزم پیغمبر تھے ان کو علم لدنّی سیکھنے کے واسطے خداوند تعالےٰ کا ارشاد ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ یہ قصہ قرآن پاک کے پارہ ۱۵ کے اخیر میں موجود ہے چونکہ حضرت جناب موسیٰ علیہ السلام اسرار علم لدُنی سے بے خبر تھے۔ حضرت خضرؑ کے کشتی توڑنے۔ لڑکا مار ڈالنے۔ دیوار بے اجرت بنانے کے اسرار پر واقف نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض کرتے گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام بار بار اعتراض سے منع فرماتے گئے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اعتراض سے باز نہ آئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا کہ آپ اعتراض سے باز نہیں آتے۔ اس واسطے آپ میرے ساتھ رہ نہیں سکتے اور ھذا فراق بینی و بینك کہہ کر رخصت کر دیا۔ اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیر کے کاموں پر مرید کا اعتراض کرنا اس کی محرومیت کی دلیل ہے۔ مرید صادق وہ ہے جو پیر کا حکم بے دلیل مان لے وہ حافظ صاحبؒ

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیران مغاں گوید کہ سالک بے خبر بنو درز از و رسم منزلہا

چنانچہ جناب بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں لکھا ہے کہ آپ ایک روز مجلس عام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کئی چوروں نے آ کر ایک بیل اور ایک بوری غلہ گندم آپ کی نذر کر کے بیان کیا کہ ہم لوگ چور ہیں آج چوری کو گئے تھے اور تو کچھ دستیاب نہ ہوا صرف ایک بیل۔ ایک گون گندم لدی ہوی ملی چونکہ ہم بہت آدمی ہیں اور مال مسروقہ تھوڑا ہے۔ ہر ایک کو پورا تقسیم نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے ہم وہ مال آپ کی نذر کرتے ہیں آپ نے قبول فرما کر درویشوں کو حکم دیا کہ بیل کو ذبح کر لو مگر اس کا سر اور چمڑا الگ رکھنا اور غلہ گندم پسوا کر روٹیاں پکوا کر درویشوں کو کھلا دو) مگر دو سیر گندم الگ بچا کر رکھ لینا۔ حسب الحکم کھانا تیار ہوا۔ درویشوں کو کھلایا گیا مگر ان درویشوں میں دو شخص صاحب علم بھی تھے انہوں نے نہ کھایا اور کہا

کہ حضرت صاحب نے ستم کیا کہ چوری کا مال درویشوں کو کھلا دیا۔ ہم تو یہ حرام مال نہ کھائیں گے جب کھانے سے فارغ ہوئے تو دو شخصوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ ہم نے اپنی کھیتی کا چالیسواں حصہ آپکی نذر کیا ہوا تھا اور ایک بیل بھی آپ کی نیت کا رکھا ہوا تھا۔ آج وہ غلہ اس بیل پر لاد کر ہم آپ کے دربار میں لا رہے تھے کہ راہ میں چوروں نے وہ مال لوٹ لیا۔ اب آپ یہ فرمادیں کہ وہ نذر ادا ہوگی یا ہمارے ذمہ رہی۔ آپ نے وہ غلہ جو بچا رکھا تھا اور وہ بیل کا چمڑا اور سر منگوا کر ان کو دکھلا دیا۔ اور فرمایا کہ پہچانو یہ غلہ اور بیل تمہارا ہے یا کسی اور کا انہوں نے فوراً پہچان لیا اور عرض کی کہ بس یہی بیل تھا اور یہی غلہ۔ آپ نے فرمایا کہ تمہاری نذر ادا ہوگئی ہے تم ذرا دیر کر کے لاتے۔ درویش بھوکے تھے۔ چوروں نے جلدی پہنچا دیا۔ بعد ازاں آپ نے ان مولوی صاحبان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ناحق فقیر پر بدگمانی کر کے بھوکے رہے اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے بندوں کو حرام کبھی بھی نہیں کھلاتا یہ واقعہ دیکھ کر مولوی صاحبان بہ پشیمان ہو کر معافی کے خواہاں ہوئے۔

اصل میں ایمان یہی ہے کہ بغیر دلیل کے ہو۔ اصحاب عشرہ مبشرہ کو دیکھو کہ جن کو اس مخبر صادق علیہ السلام نے زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی ان کا ایمان ایسا مقبول ہوا کہ سارے اصحاب سے ممتاز ہوگئے۔ انہوں نے کونسا ایسا عمل کیا تھا صرف یہی کہ نماز کے درمیان حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف منہ پھیرا تو انہوں نے بھی بلا حجت ساتھ ہی منہ پھیر لئے یہی عمل مقبول ہوگیا۔ شیخ کے حکم پر دلیل طلب کرنا طالب صادق کی شان سے دور ہے۔ حکم مان لینا ایمان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں جانے سے بھی پیر کی خدمت میں حاضر ہونا ثابت ہوا۔

نویں دلیل : دین کا دارومدار اور نجات کا محبت حضرت رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رکھا گیا تھا۔ وہ محبت نہ تو کتابوں میں مل سکتی ہے اور نہ علمائے ظاہر سے۔ اس کے حاصل ہونے کے واسطے پیر کامل کی صحبت ضرور ہے۔ یہ محبت کا سبق استاد روحانی کے سوا دوسرا کوئی پڑھا نہیں سکتا: شعر

عقل کے مدرسہ سے اٹھ عشق کے میکدہ میں آ ۔۔۔ جام فنا و بیخودی ہم نے پیا جو ہو سو ہو
مدرسے میں عاشقوں کے جس کے بسم اللہ ہو ۔۔۔ اس کا پہلا ہی سبق یار و فنا فی اللہ ہو

دسویں دلیل : قرآن پاک میں وارد ہے۔ یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبینه۔ یعنی قیامت کے دن ہر ایک آدمی اپنے بھائی ماں باپ اور بیٹی بیٹے سے بھاگ جاوے گا ہر ایک اپنے حال میں گرفتار ہوگا سب رشتے ٹوٹ جاویں گے مگر پیر اور مرید کا رشتہ ایسا ہے کہ وہاں بھی قائم رہے گا۔ یہ رشتہ روز ازل سے مقرر ہوا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے۔ الا رواح جنود مجندة منتعارف منها یتلف ومن تناکر منها اختلف ۔ یعنی ارواح ایک لشکر جمع شدہ تھا۔ روز ازل میں تمام ارواح (جو حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک پیدا ہوں گے) اکھٹے کئے گئے تھے ان میں جس جس روحوں نے ایک دوسرے کو پہنچان لیا ان روحوں کی دنیا میں بھی آ کر ضرور محبت ہوگی اور جن روحوں کی وہاں شناخت نہیں ہوئی ان کی دنیا میں بھی آ کر ہرگز محبت نہ ہوگی ۔ اگر چہ وہ دونوں بھائی بھائی ہی کیوں نہ ہوں ۔ قیامت کے دن ماں باپ بیٹا بیٹی بھائی عورت جن کے رحموں کے تعلقات ہیں وہ سب ٹوٹ جائیں گے۔ مگر روحوں کے تعلقات ضرور قائم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الا خلاء یومئذ بعضهم لبعض عدوا لالمتقین ۔ سب دوست اس دن دشمن ہو جائیں گے مگر وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں ۔ وہ اس روز بھی دوست ہی رہیں گے۔ وہ محبت روحانی وہی محبت ہے جو پیر کو مرید کے ساتھ یا مرید کو پیر کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ محبت روحانی حشر کے دن ذریعہ نجات ہوگی ۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حشر کے دن کوئی سایۂ عرش کے سایہ کے سوا نہ ہوگا اس سایہ میں سات قسم کے لوگوں کو جگہ دی جائے گی جن میں سے دو آدمی وہ ہوں گے جن کی دنیا میں محض اللہ کے واسطے محبت رہی ہو۔ پس اس حدیث کے رو سے پیر اور مرید دونوں زیر سایہ عرش ہوں گے۔ تو ضروری ہے کہ کوئی پیر اختیار کیا جاوے جس کی محبت کے ذریعہ سے آفتاب حشر سے امان ملے۔

گیارھویں دلیل : قرآن پاک میں وارد ہے۔ افرایت من اتخذالهه هواه ۔ یعنی کیا تو نے اس آدمی کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے بعض آدمیوں کو

کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ایسی محبت ہوتی ہے کہ اس محبت میں محو ہوکر خدا کو بھول جاتے ہیں۔کوئی زر کا طالب ہے۔کوئی شیدائے زن۔کوئی فرزند پر مفتون۔کوئی دیوانہ عزت وثروت کسی کو زمین سے عشق ہے اور کسی کو گھوڑی سے یہ لوگ محبت میں ایسے غرق ہوجاتے ہیں کہ اصل مطلب ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔شعر

عشق بیٹھا ہے دل میں اک بت کا　　　ہم تو یار وخدا کے بھی نہ رہے

اس پر ایک حکایت یاد آئی ہے وہ ہدیہ احباب ہے۔ایک دن میرے استاد جناب حضرت مولانا مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم سہارنپوری نے فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے ایک درویش سے پوچھا کہ کہئے شاہ صاحب! کیسے گزرتی ہے؟ درویش نے جواب دیا کہ جب سے میرا خدا مر گیا ہے۔بہت اچھی گزرتی ہے۔اُس پر مولوی صاحب سخت برافروختہ ہوئے۔اور فرمایا کہ خدا واحد قیوم حی لایموت ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔تو مرتد ہوگیا ہے کافر ہوگیا ہے وغیرہ وغیرہ اس پر درویش نے آہستہ سے پوچھا کہ مولوی صاحب آپ نے قرآن شریف بھی پڑھا ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا۔ہاں پڑھا ہے۔درویش نے کہا کہ مولوی صاحب یہ آیت بھی پڑھی ہے۔ افریت من اتخذ الهه هواه مولوی میری مراد تو یہ تھی کہ جب سے میری خواہشیں مرگئی ہیں۔میری زندگی بہت اچھی گزرتی ہے اس پر مولوی صاحب نادم ہوکر معافی کے خواستگار ہوئے کہ مجھے اس آیت کے معنی معلوم نہیں تھے۔توحید اور معرفت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل شانہ کو خدائے برحق مان کر اس کے ساتھ دل لگایا جاوے اور باقی خواہشات نفسانی دل سے دور کردی جاویں۔

دل آرامیکہ داری دل دروبند　　　وگر چشم از ہمہ عالم فروبند

بات تو درست یہی ہے کہ دل ماسوا اللہ سے پاک ہوجاوے۔مگر یہ کام یعنی دنیا کی محبت کا دل سے دور کردینا آسان کام نہیں ہے۔اس کے واسطے سب سے اول ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کا دل دنیا کی محبت سے بالکل سرد ہوچکا ہو پھر اس شخص کی خدمت میں رہنا۔اور اس کی اطاعت کرنا لازمی ٹھہرایا جاوے۔تو دل دنیا کی محبت سے پاک ہوسکتا ہے۔

بارھویں دلیل : قرآن پاک میں وارد ہے۔ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب

درحقیقت سب نعمتوں سے بڑی نعمت اطمینان قلب ہے اور وہ سوائے ذکر الٰہی کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ مال و دولت جاہ وثروت تو از دست دل کی مزید پریشانی کا باعث ہوتے ہیں۔

مصرعہ

چندانکہ غنی تر اند محتاج تر اند

ایک ہندی شاعر لکھتا ہے اور خوب لکھتا ہے شعر

نہ سکھ گھوڑی پالکی نا سکھ چتر کی چھانھ　　یا سکھ ہر کی بھگت میں یا سکھ سنتاں ہاتھ

یعنی اطمینان میں نے گھوڑی کی سواری میں تلاش کیا۔ نہ ملا پالکی میں تلاش کیا نہ ملا۔ تخت شاہی پر بھی اطمینان نصیب نہیں ہوا اور ملا تو دو ہی جگہ ملا۔ یا تو ذکر الٰہی اور یا صحبت صوفیا میں۔ اطمینان کے طالب کو ان لوگوں یعنی صوفیائے کرام کی صحبت کے سوا چارہ نہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اطمینان قلب انہیں کے حصہ میں دے رکھا ہے۔ ان کے سوا دوسرا کوئی بھی اس اطمینان قلب کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ ان کی خدمت اکسیر اعظم ہے۔

تیرھویں دلیل : آیت: انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم۔ یعنی ایماندار وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے پاس اللہ کا ذکر کیا جاوے تو ان کے دل ڈر جاویں۔ اس آیت سے ایماندار کا نشان یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ کی یاد سے اس کا دل موثر ہو۔ جلال خداوندی اس کے دل کو ڈرا دیوے۔ عظمت الٰہی اس کے دل میں جاگزین ہو۔ پس ان صفات کا حاصل کرنا مومن بننے کے واسطے ہر ایک آدمی کو ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صفات انہی لوگوں سے مل سکتی ہیں۔ جو خود ان کے مشتاق ہوں اور ان صفات سے متصف ہو چکی ہوں وہ سوائے پیران عظام کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

چودھویں دلیل: قرآن پاک میں مقربین کا خطاب مقربان بارگاہ الٰہی کو عطا ہوا ہے اور درجہ مقربین کا علمائے ظاہر سے نہایت اعلےٰ فرمایا گیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ کے نوکر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو چوکیدار جن کا فرض ہے کہ راتوں کو غل مچاتے رہیں اور لوگوں کو آگاہ کرتے رہیں تاکہ چور گھروں میں داخل نہ ہونے پاویں یہ چوکیدار اگر چپ رہیں تو مجرم ہوتے ہیں۔ یہ چوکیدار تو علمائے ظاہر کو تصور کرو کہ ان کا فرض ہے کہ ان لوگوں کو

وعظ وکلام سنا کر دین کی اشاعت میں ساعی رہیں۔ اگر عالم چپکا ہور ہے تو حدیث شریف میں اس کو گونگا شیطان کہا گیا ہے۔ دوسرے خاص نوکر ہوتے ہیں جو راز سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ اور خلوت خانہ شاہی میں بھی حاضر رہتے ہیں۔ بہت سے پوشیدہ امور ان پر واضح ہوتے ہیں مگر ان کو زبان ہلانا بالکل روا نہیں۔ اگر اظہار کر دیں تو ویسے ہی مجرم۔ جیسے کہ چوکیدار کی خاموشی پر۔ مولانائے سعدیؒ۔

ستانند زباں ازرقیباں راز　　　　که تار از سلطان نگویند باز

یعنی جو راز سے آگاہ نوکر ہوتے ہیں ان کی زبانیں شاہی حکم سے کاٹ ڈالی جاتی ہیں تا کہ راز افشا نہ ہو جاوے۔ یہی صوفیائے کرام گروہ مقربین ہیں جن کی زبان خاوشی ہے۔ دیکھو جامی رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔ شعر

در عالم عشق بے زبانی اولٰے　　　　در عالم فقر بے نشانی اولٰے

یہ رموز لکھنے پڑھنے میں نہیں آ سکتے۔ شعر

ایں مدرسہ نست جائے آواز　　　　از سینہ بسینہ مے رسد راز

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں۔ ایں علم درسی نبود در سینہ بود۔ یہی علم لدنی یا علم باطن اصل اصول دین وایمان ہے۔ بغیر صحبت کاملاں یہ نعمت عظمٰے نصیب نہیں ہو سکتی۔ یہ حدیث دل ہے ؎

حدیث سرِّ دل دل داند وبس　　　　زبان ولب دراں آگاہ نباشند

دیگر

برزبان قفل است و دردل رازہا　　　　لب خموشی ودل از آواز ہا

پندرھویں دلیل: آیت شریفہ من تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات۔ یعنی جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لاوے اور عمل نیک کرے تو اس کے سابقہ گناہوں کو ہم نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔ اس آیت سے مولیٰ کی اپنے بندوں پر انتہا درجہ کی مہربانی اور عنایت ثابت ہوتی ہیں۔ کہ ایک توبہ سے سارے پچھلے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اور توبہ از روئے دیانت تو کافی ہے کہ بندہ خدا کو حاضر جان کر اس کے روبرو اپنے گناہ کا اقرار کرے اور اس سے معافی طلب کرے۔ مگر از روئے شریعت

ضروری ہے کہ توبہ کا ایک گواہ بھی ہو چونکہ گواہ کی وقعت پر بڑا کچھ دارومدار ہے اس واسطے توبہ کا گواہ ایک کامل مرد خدا ہونا چاہئے اور وہی مرشد ہوتا ہے۔

سولھویں دلیل: آیۃ شریفہ: قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسھا یعنی اس نفس کو جس نے پاک کرلیا وہ خلاصی پا گیا اب نفس کے پاک کرنے کے واسطے اس کے اخلاق ذمیمہ کو دور کرنا ضروری ہے تا کہ وہ نیک اخلاق سیکھے اور نفس بالطبع سختی پسند ہے۔ صلح سے اس کا راہ پر آ جانا ممکن نہیں۔ تو کوئی پاک وجود تلاش کرنا چاہئے۔ جس کا نفس پاک ہو چکا ہو۔ اس کی صحبت کو لازم پکڑنا اور اپنی کل خواہشوں کو اس کی خواہشوں کے ماتحت کر دینا چاہئے۔ نفس اس کے رعب اور دہشت سے دبکا رہے گا۔ اور خباثت کو ظاہر نہ کرے گا بلکہ آہستہ آہستہ اس دوسرے پاک شدہ نفس کی عادات حاصل کرنے لگے گا۔ اس آدمی کو جس کی صحبت میں بیٹھ کر نفس پاک ہوتا ہے مرشد کہتے ہیں۔ اور مرشد کی جس قدر اخلاق ذمیمہ کے دور کرنے میں ضرورت ہے اس سے زیادہ اخلاق حسنہ کے پیدا کرنے کے واسطے احتیاج ہے۔ غرض شیخ کے بغیر انسان کا نہ تو نفس پاک ہو سکتا ہے اور نہ انسان انسان بن سکتا ہے۔

سترھویں دلیل: آیت شریفہ: ھو الاول والاخر والظاھر والباطن اسم ظاہر کا پرتو تو علم ظاہر پر ہوتا ہے اور علم باطن کا پرتو علم باطن پر علم ظاہر کو ہم علمائے ظاہر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر علم باطن کہاں سے حاصل کریں۔ وہ علمائے علم باطن سے حاصل ہو سکتا ہے اور وہ لوگ ہیں کہ کاشفان اسرار غیب ہیں محرم راز ہیں اسرار باطنی سے آگاہ ہیں ان کو علمائے باطن بھی کہتے ہیں۔

اٹھارھویں دلیل: آیت شریفہ: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اگر کوئی مسئلہ نہ تم جانتے ہو اور نہ کوئی اور تم کو بتلا سکے تو تم ایسے ایسے مسائل اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو۔ اس آیۃ سے ظاہر ہے کہ علمائے باطن کے سینہ میں وہ جوہر ہے جس سے علمائے ظاہر و باطن دیگر بنی نوع انسان بے خبر ہیں کیونکہ خداوند نے اس آیت میں اہل علم کا لفظ نہیں فرمایا۔ بلکہ اہل ذکر یعنی ارباب باطن فرمایا ہے اور ارباب باطن کے دل نور عرفان اور علم لدنی کے خزانے ہیں۔ ارباب باطن کو ہی پیران طریقت کہا جاتا ہے۔

انیسویں دلیل: نفس امّارہ کا ثبوت قرآن پاک میں موجود ہے اس کی امادگی سے انبیاء نالاں ہیں۔ پس نفس جو فطرتی شریر ہے خو بخود شرارت کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک اس کا باقاعدہ علاج نہ کیا جاوے اور اس کو آہستہ آہستہ مطیع نہ بنایا جاوے اس کے علاج کرنے والے لوگ وہی پیران عظام ہیں جن کے علاج سے یہ نفس امارہ لوّامہ اور مطمئنہ کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور شرارتیں چھوڑ کر مطیع فرمان بن جاتا ہے ان کی خدمت غنیمت جاننی چاہئے۔

بیسویں دلیل: آیۃ شریفہ: تعرج الملئکة والروح الیه فی یوم کان مقدار خمسین الف سنة: فرشتے اور روح اس کی طرف ایک ایسے دن میں عروج کرتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے تو اس آیت کے حکم سے راہ سلوک پچاس ہزار سالہ راہ ہوئی جس کو طے کرنے کے دو طریق ہیں۔ ایک تو اعمال صالحہ کی اور دوسرے توجہ شیخ کی۔ اس کی مثال یوں سمجھ لو کہ ایک دریا ہے جس کو ہمیں عبور کرنا ہے۔ اس عبور کے دو قاعدے ہیں ایک تو بذریعہ شناوری کے اور دوسرے بذریعہ کشتی کے۔ شناوری سیکھنے اور پھر اس دریائے پچاس ہزار سالہ راہ کو عبور کرنے کے واسطے عمر طویل چاہئے۔ اور اس امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کی ہیں اور ان ساٹھ سالوں میں ہزارہا مشاغل دنیوی بھی ساتھ ہیں تو ہم کیونکر اس بیکران سمندر کو تیر کر عبور کر سکتے ہیں۔ ہم کو وہی دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہئے یعنی کسی ملاح کشتیان کے حوالہ اپنے آپ کو کر دیں اور جس طرح سے وہ پار لے جانا چاہے ہم اس میں چون و چرانہ کریں۔ جناب مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ کسی کا یہ راستہ دس سال میں طے ہو جاتا ہے۔ کسی کا بیس سال میں کسی کا ایک سال میں اور کسی کا ایک ماہ بلکہ ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ میں بھی طے ہو جاتا ہے۔ مگر عنایات اور توجہ پیر پر سب کچھ موقوف ہے۔

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

اکیسویں دلیل: آیۃ شریفہ یاایھاالذین اٰمنوا اذکروالله ذکراً کثیراً دوسری آیۃ رجال لاتلھیھم تجارة ولا بیع عن ذکر الله۔ تیسری آیۃ والذاکرین الله کثیرا والذاکرات اعدالله لھم مغفرة واجراً عظیماً۔ خداوند نے اول آیۃ میں کثرت

سے ذکر کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ دوسری آیۃ میں اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ سودا خریدنے یا بیچنے اور دنیا کے کاروبار کرنے میں بھی ہماری یاد سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ تیسری آیۃ میں ذاکروں کے واسطے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے بے شمار آیتیں قرآن شریف میں ذاکروں کی تعریف میں بیان فرمائی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ذکر بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل کرنا موجب رضائے خداوندی ہے۔ یہ کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ اس امر کا فیصلہ میرے پیر و مرشد قبلہ وکعبہ رحمۃ اللہ نے نہایت مفصل فرمایا ہے کہ ذکر نہیں حاصل ہوسکتا جب تک دل نہ ہو اور دل نہیں مل سکتا جب تک پیر نہ ہو پیر نہیں مل سکتا جب تک ارادت نہ ہو اس فیصلہ میں بھی مرید کی طلب اور شیخ کی ضرورت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یعنی ذکر کی حلاوت اور اس کے انوار سے ہرگز دل نورانی نہیں ہوسکتا جب تک کہ کوئی شیخ باقاعدہ ذکر کی تلقین نہ کرے تو شیخ کا ہونا نہایت ضروری ہوا جو کہ دل کو قابل نہ نہ بنادے۔ پھر اس میں ذکر کا بیج بوئے۔

بائیسویں دلیل : آیۃ شریفہ۔ یآ یھاالذین اٰمنو ا لاتلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ۔ یعنی اے ایماندارو ایسا نہ ہو کہ مال اور اولادیں تمہاری تم کو اللہ کی یاد سے غافل کردیں۔ اس آیۃ میں خداوند نے سب سے زیادہ خطرناک رکاوٹیں جو ذاکر کو ذکر الٰہی میں پیش آتی ہیں۔ بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو حب مال اور دوسری حب اولاد ہم جہاں تک دیکھتے ہیں لوگ اولادوں اور مال کے دھن میں کچھ ایسے لگے ہوئے ہیں کہ ذکر خدا سے بالکل غافل ہوگئے ہیں۔ اس خسارہ سے اگر وہ شخص جو کسی پیر کی صحبت میں رہ چکا ہو۔ خوب واقف ہوتا ہے۔ غفلت چونکہ ایک خوفناک مرض اس واسطے اس سے بچنے کے واسطے ضروری ہے کہ کسی مرشد کی تلاش کی جاوے۔

تیئسویں دلیل ۔ آیۃ شریفہ۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھاالانسان ۔ اگرچہ مفسرین نے اس آیۃ میں لفظ امانت کی تفسیر میں بہت سی بحث کی ہے اور مختلف تفسیریں بیان فرمائی ہیں لیکن سب سے زیادہ مناسب اس کی تفسیر یہی ہے کہ امانت سے معرفت الٰہی مراد ہے جو صوفیائے کرام کے سینوں میں ودیعت ہوئی ہے۔ شعر

نخوتے دارند وکبرے چوں شہاں　　　خادمی خواہند ازاہل جہاں

وہ امانت یہاں سے حاصل کرنی چاہیئے

تانباشی پیش شاں راکع دوتو　　　کے سپارند آں امانت را بہ تو

یہ علم نیا جاری نہیں ہوا بلکہ حضرت آدمؑ سے لے کر اسی طرح چلا آیا ہے اور اس کے عالم بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور یہ عالم خدا کی رحمت کے نشان تا دور قیامت زمین پر موجود رہیں گے۔ حضرت عیسےٰؑ کے زمانہ میں تو اس علم نے یہاں تک ترقی کی کہ لوگ دنیا کے سب تعلقات چھوڑ کر اسی طرف کے ہو رہے اور رہبان بن کر پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنی عمریں گزار دیں۔ لیکن حضور انور حضرت سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو درجۂ اعتدال پر رکھ کر حکم دیا کہ خدا کی یاد میں بندگانِ خدا کے حقوق کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ اللہ کو یاد کرو۔ دل سے اور مخلوق کی خدمت کرو جس سے چنانچہ اب بھی صوفیائے کرام کا یہی دستور العمل ہے۔

از دروں شو آشناؤ وزبردن بیگانہ وش　　　ایں چنین زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

اور جس قدر غوث، قطب، ولی، ابدال، اوتار آج تک گزرے ہیں وہ سب کسی نہ کسی غلامی کر کے اس مرتبہ اعلےٰ کو پہنچے ہیں۔ پس مرتبۂ قرب الٰہی حاصل کرنے کے واسطے کسی پیر کے ساتھ بیعت کرنا لازمی ہے۔ اور اس کے بغیر جہالت اور گمراہی ہے۔ ہدایت پانے کا یہی قاعدہ مقرر ہے اور یہی قیامت تک رہے گا۔ مصرعہ

گم آں شد کہ دنبال راعی نہ رفت

چوبیسویں دلیل ۔آیۃ شریف۔ ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطاناً فھولہ قرین ۔یعنی جو کوئی اللہ کی یاد سے غافل ہو جاوے اس کے ساتھ ہم ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان نے دل پر پنجہ مارا ہوا ہے جب کوئی آدمی پیر کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو وہ پنجہ دل سے چھٹ جاتا ہے بعد ازاں جب تک پیر کی توجہ مرید کی طرف رہے یا مرید کا خیال پیر کی جانب رہے تب تک اس مرید کا دل شیطان کے دخل سے محفوظ رہتا ہے چونکہ انسان کے سارے جسم کی اصلاح صرف دل کی اصلاح پر موقوف ہے تو لازم ہے کہ کسی پیر کے ساتھ

تعلق پیدا کر کے دل کو پنجۂ شیطان سے نجات دی جائے تا کہ دل کی اصلاح ہو جاوے۔

پچیسویں دلیل: آیۂ شریفہ یـآیها الذین اٰمنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین۔ یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادق لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔ صادقین سے مراد صوفیائے کرام ہیں ان کی صحبت میں رہ کر ہم خوف خدا اپنے دلوں میں پاتے ہیں گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ قرآن شریف کی اس آیۃ میں بھی انہیں لوگوں کی صحبت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ تفسیر روح البیان میں اس آیت کے ضمن میں مرقوم ہے۔

الصادقون هم المرشدون الیٰ طریق الوصول فاذا کان السالك فی جملة احیابهم ومن زمرة الخدام فی عتبة بابهم فقد لغ محبتهم وتربیتیم وقوة ولا یتمم الیمراتب فی السیر الی الله وترك ما سواه قال حضرة شیخ الاکبر قدس سره الاطهر ان لم تجرافعالك علیٰ مراد غیرك لم یصحح لك انتقال عن هواك ولم جاهدت نفسك عمر فاذا وجدت منیحصل فی نفسك حرمته فاخدمه وکن فیما بین یدیه یصرفك کیف یشآء لا تدبیرلك فی نفسك معه تعش سعیداً مبادرالامتثال مایا مرك به وینهاك عنه فان امرکه بالحرفة فاحترف عن امره لا عن هواك وان امرکه بالقعودنا فعدت عن امره لاعن هواك فهوا عرف بمصالحك منك فاسع بابنی فی طلب شیخ یرشدك ویعصم خواطرك حتیٰ تکمل ذاتك بالوجود الالٰهی وحینئذ تدبر نفسك بالوجود الکشفی الاعتصامی کذا فی مواقع التجرم (وفی المثنوی)

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش ۔۔۔ سُست ورزیده چو آب وگل مباش
چوں گرفتی پیرہن تسلیم شو ۔۔۔ ہمچو موسیٰؑ زیر حکم خضر رو
شیخ را کہ پیشوا وراہبراست ۔۔۔ گرمریدے امتحاں کرداوخراست

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ پیر صادق لوگ کون ہیں وہی جو وصول الی اللہ کے طریق کے راہنما اور ہادی ہیں اگر سالک راہ حق ان کے محبوں میں داخل ہو جائے اور ان کے آستانوں کا خادم

بن جائے اس کوان کی محبت حاصل ہوجائے گی اوران کی تربیت میں داخل ہوکر سیر الی اللہ اور ترک ماسوا کے درجہ تک پہنچ جائے گا۔ حضرت شیخ الاکبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنے تمام امور کو کسی پاک وجود کے امر کے تحت نہ کرے تو تو ہوا اور حرص کے جال سے کبھی رہائی نہیں پاسکتا۔ اگرچہ تو ساری عمر اپنے نفس کو مجاہدہ میں ڈالے رکھے پس اگر تجھے کوئی ایسا وجود مل جاوے جس کی تعظیم وتکریم تو اپنے نفس میں پاوے تو اس کی خدمت لازم پکڑ اور اپنے آپ کو اس کے سپرد اس طرح سے کردے جیسے کہ میت غسال (میت نہلانیوالے) کے بس میں ہوتی ہے۔ وہ جس طرح چاہے تجھ میں تصرف کرے تو اپنی سب تدبیریں چھوڑ دے تیرا اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا عین سعادت ہے۔ تجھے چاہئے کہ جو وہ امر کرے فوراً اس کی تعمیل کرے۔ اور جس بات سے وہ منع کرے اس سے ہٹ جاوے۔ اگر تجھ کو کسب کے لئے حکم کرے تو اس کے حکم سے کسب کرنہ اپنی خواہش نفسانی سے۔ اور اگر تجھ کو کسب کے ترک کرنے کا حکم دے تو اس کے حکم سے ترک کرنہ اپنی مرضی سے۔ کیونکہ وہ تیری بہتریوں کو تجھ سے بہتر جانتا ہے۔ پس اے فرزند شیخ کی تلاش میں سعی کر جو تیری راہنمائی کرے اور تجھ کو خواطر نفسانی سے بچائے۔ یہاں تک کہ تیرا نفس پاک ہوجاوے۔

چھبیسویں دلیل: آیۃ شریفہ۔ ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم ۔یعنی اے رسولؐ جو لوگ تمہارے ساتھ بیعت کرتے ہیں وہ ہماری ہی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا ہے سلسلہ میں بیعت کرنے سے یہ مراد ہے کہ جب کوئی طالب کسی پیر کے ساتھ بیعت کرتا ہے یعنی پیر کے ہاتھ میں ہاتھ دیتا ہے تو اس کا ہاتھ سلسلہ میں مسلسل ہوکر جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ہاتھ میں پہنچتا ہے۔ جب کہ طالب رسول علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دے چکا تو اس آیۃ کے حکم سے اس کا ہاتھ خدا کے دست قدرت میں پہنچ گیا۔ یہ ادنےٰ قاعدہ پیر کے سلسلہ کے ساتھ بیعت کرنے کا ہے۔

ستائیسویں دلیل : تعبد اللہ کانك تراہ فان لمتکن تراہ فانہ یراك یعنی اپنے پروردگار کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر یہ مرتبہ تجھ کو

حاصل نہیں تو یہ سمجھ لے کہ خدائے تعالٰی تجھ کو دیکھتا ہے۔ یہ حدیث شریف صحیح مسلم اور بخاری میں موجود ہے۔ شریعت میں اس کو علم احسان سے تعبیر کیا ہے۔ اس علم احسان کے حاصل کرنے کے واسطے ضرور ہے کہ کسی پیر و مرشد کے پاس حاضر ہو کر ان سے یہ علم حاصل کیا جائے کیونکہ یہ علم بغیر پیران عظام کی خدمت میں حاضر ہونے کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

اٹھائیسویں دلیل: حدیث شریف حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدهما فبثثته فيكم واما الآخر فلو بثثته فيكم لقطع هذا البلعوم متى يعني مجرى الطعام۔ رواہ البخاری یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم لئے۔ ان میں سے ایک تو تمہارے درمیان ظاہر کرتا ہوں اور اگر دوسرا ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹا جائے۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک علم باطنی دوسرا علم ظاہری ہے۔ عالم ظاہری تو عالمان ظاہر سے حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن علم باطن عالمان باطنی کی خدمت میں حاضر ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ کسی پیر طریقت کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ علم بھی حاصل کیا جائے اگرچہ اس قحط الرجال کے زمانے میں بندگان خدا کا ملنا بہت ہی مشکل ہو گیا ہے۔ مگر طلب اور جستجو ضروری ہے جو شخص طالب راہ خدا ہوگا خداوند کریم اس کو خود رہبر ملا دے گا۔ فقیر کے دل میں ایک دن خیال آیا کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ صدہا بندگان خدا یعنی اولیاء اللہ زمانہ میں موجود تھے جہاں طالبان علم باطن چاہتے تھے حاضر ہو کر مستفیض ہو سکتے تھے۔ اور اپنی مشکلات کے واسطے دعائیں کرا سکتے تھے۔ اور اپنی کسی مصیبت کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی تسلی و اطمینان کر سکتے تھے۔ اور ایک یہ زمانہ ہے کہ لاہور و امرتسر جیسے بڑے بڑے شہروں میں جن میں قریباً تین لاکھ کی آبادی ہے ایک بھی ایسا متبرک وجود بظاہر معلوم نہیں ہوتا اس کے بعد ایک دن وہ بھی آجائے گا کہ مختلف مقامات میں جو بعض متبرک وجود عالمان علم باطن موجود ہیں ان کا ملنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ طالبان راہ خدا کو لازم ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم باطن حاصل کر کے راہ نجات حاصل کریں۔ اور حوادثات زمانہ سے محفوظ رہیں اگر

درخانہ کس رااست یک صرف بس است۔

انتیسویں دلیل: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم دو ہیں۔ایک وہ علم جو زبان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ایک وہ جو دل سے تعلق رکھتا ہے اور فرمایا کہ یہ دوسرا یعنی دل کا علم زیادہ نافع اور ضروری ہے۔ پس زبان کا علم تو عالمان ظاہر سے حاصل کر سکتے ہیں مگر علم قلب سوائے عالمان باطن یعنی صوفیائے کرام کے حاصل نہیں ہوسکتا۔اس واسطے ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

علم خوانی ہم طریقش قولی است　　حرف آموزی طریقش فعلی است
فقر خواہی او بصحبت قائم است　　نے زبانت کارے آید نہ دست

مختصر یہ کہ علم قلبی یعنی علم باطن صوفیائے کرام کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کی صحبت سے مستفیض ہونے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔اسی کا نام فقر یعنی علم باطن ہے جس کے واسطے پیرومرشد کی ضرورت ہے۔

اب میں اس مضمون کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔خداوند عالم اس کو قبول فرمائے اور اس مختصر تحریر کو طالبان خدا کی ہدایت کا ذریعہ بناوے۔بحرمت النبی وآلہ الامجاد۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن ہا بسیار است

طالب مہجور کی فریاد

از: جناب حضرت ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کنجاہی

خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت سرکار علی پوری دامت برکاتہم

جانے والے تیرے قربان ذرا سن تو جا — تیرا اللہ نگہبان ذرا سن تو جا
کس طرف جانا ہے اے جان ذرا سن تو جا

کیا شر شرب وبطحا نے بلا یا تجھ کو — کیا نرالی ہے تیری شان ذرا سن تو جا
تیرے قربان مرے شاہ جماعت دیکھو — کیوں نہیں پہلی سی وہ مجھ پہ عنایت دیکھو
آپ بن کون کرے مری حمایت دیکھو

آپ طیبہ کو چلے چھوڑ کے تنہا مجھ کو — بیکسی مری حضور اپنی ولایت دیکھو
دیکھو دیکھو اے مرے سد ذیشان دیکھو — تیرا حافظ ہو خدا حافظ قرآن دیکھو
رہ گیا پیچھے یہ بے سر وساماں دیکھو

لاج رکھ لینا شہا ہاتھ پکڑنے کی اب — سخت حیراں ہے تیرا دست بہ اماں دیکھو
توڑ کے آس کسی کی نہیں جانا اچھا — جوڑ کے ہاتھ نہیں ہاتھ چھڑانا اچھا
دے کے دیدار نہیں منہ کا چھپانا اچھا

دل ہے پہلو میں نہ پتھر کہ اثر ہی نہ ہو — درد مندوں کو نہیں خو رلانا اچھا
جب کبھی پوچھتے اک راز بتاتے ہم کو — ساتھ لے جانے کا ارشاد سناتے ہم کو
وعدہ فردا کے صدمات ستاتے ہم کو

اب کہ جانے لگے کی نہ خبر تک ہائے — کیا برا تھا کہ اگر ساتھ لے جاتے ہم کو
کاش اس قافلے میں ہم تیرے شامل ہوتے — فیض وبرکت کے خزانے ہمیں حاصل ہوتے
ارض اقدس میں تیرے ساتھ داخل ہوتے

اب کہ رہ جانے سے ہستی ہوئی معلوم اپنی — ہم بھی جاتے جو کسی بات کے قابل ہوتے

عمر بھر کی مری امید رآئی ہوتی　　ساتھ لے جا کے مری بگڑی بنائی ہوتی
روضہ پاک پہ یوں میری رسائی ہوتی
جیتے جی پھر بھی ملے گا کبھی ایسا موقع　　ہائے اس غم سے مری جان چھڑائی ہوتی
دل میں کیا ولولہ تھا اس تیزی ہمراہی کا　　ساتھ ہادی ہو تو خطرہ نہیں گمراہی کا
ساتھ تیرے نہ تھا ڈر اپنی بھی کوتاہی کا
بخت خفتہ نے سر شام جگایا ہوتا　　چل دیا قافلہ کیا فائدہ آگاہی کا
خواب میں ہی کبھی دیدار دکھایا ہوتا　　بخت خفتہ کو ہمارے بھی جگایا ہوتا
شام تنہائی کی آفت سے بچایا ہوتا

مسائل فقہ

احکام شریعت: اوامر ونواہی کے مجموعہ کا نام شریعت ہے گویا احکام کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک امر (حکم) جس سے کسی فعل کی طلب ثابت ہو (۲) دوسرے نہی (ممانعت) جس سے کسی فعل کی ممانعت ثابت ہو۔ ماموراتِ شرعی: ماموراتِ شرعی چار ہیں (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب۔

فرض: وہ ہے جو دلیل قطعی سے لزوماً ثابت ہو۔ فرض کا ادا کرنے والا ثواب پائے گا۔ اور ترک کرنے والا فاسق اور مستحق عذاب اور انکار کرنیوالا کافر ہے۔

واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے لزوماً ثابت ہو واجب کا کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا مستحق عذاب مگر تارک فرض سے کم اور منکر کافر نہیں۔

سنت: دو قسم پر ہے ایک مؤکدہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشگی کی ہو اور جس کا ترک موجب اسائت ہو (اسائت وہ ہے جس کی ممانعت کا لزوم حرام اور مکروہ تحریکی جیسا نہ ہو) سنت مؤکدہ کا کرنے والا ثواب پائے گا اور ترک کرنے والا جھڑکی کا مستحق قرار پائے گا لیکن ترک کی عادت کرلے گا تو مستحق عتاب ہوگا اور سبک یعنی ہلکا جاننے والا کافر، دوسری غیر موکدہ حضور کا وہ فعل جس کا ترک شارع کو ناپسند تو ہو مگر موجب اساءت نہ ہو۔

۴۔ مستحب: جس کو حضورؐ نے کبھی بلا عذر چھوڑ دیا یا جس کو سلف نے پسند فرمایا ہو مستحب کو کرنے والا فضیلت حاصل کرنے والا ہوگا۔ چھوڑنے والے پر عتاب وعذاب کچھ نہیں (درمختار، شامی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) دین و شریعت کیا ہے؟

از:.......................................ڈاکٹر سید احمد معین الدین حبیبی

ان الذین عنداللہ الاسلام (آل عمران) بلاشبہ اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔

ثم جعلنک علی شریعة من الامر فاتبعها (جاثیہ) پھر ہم نے آپ کو ایک شریعت پر کیا بس اس کی پیروی کیجئے۔

دین ۔عربی کی مشہور لغت قاموس میں دین کے معنی مذہب وملت عادت وعبادت، رفعت وعزت، تدبیر وتوحید، جزا وبدلہ، پرہیزگاری واسلام اور وہ ساری چیز جس سے خدائے تعالیٰ کی پرستش کی جائے، بتلائے گئے ہیں۔لیکن قرآنی اصطلاح میں ''اسلام'' ہی مقبول دین ہے۔

شریعت : قاموس نے شریعہ کے لغوی معنی بندوں کی عبادت کے لئے معبود کا بنایا ہوا راستہ، سیدھا راستہ، ظاہر راستہ اور آستانہ بتلائے ہیں اور اصطلاح میں شریعت دین کا وہ طریقہ ہے جو انبیاء نے مقرر کیا ہے۔گویا اوامر ونواہی کے مجموعہ کا نام شریعت ہے۔

(۱) اصل دین اسلام ہے۔اس کا ستون نماز ہے۔اس کا اعلیٰ مقام جہاد ہے اور سارے امور دین کا دارومدار زبان پر قابو رکھنے میں ہے (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

اسلام :عربی زبان میں اسلام کے معنی ہیں سپر ڈالنا، اپنے آپ کو سپرد کر دینا، جھک جانا، اطاعت قبول کر لینا اور اصطلاح شریعت میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کا نام اسلام ہے نیز نماز، جہاد، (یعنی ہر وہ کوشش جس سے اعلائے کلمۃ اللہ ہو) اور حفظ اللسان بھی دین کے اہم شعبے ہیں۔

دین خیر خواہی کا نام ہے یہ آنحضرتؐ نے تین بار فرمایا صحابہؓ نے عرض کیا، کس کی خیر خواہی ارشاد ہوا (۱) خدا کی (۲) اس کے رسول کی (۳) اسکی کتاب کی (۴) مسلمانوں کے امیر کی (۵) اور عام مسلمانوں کی (مسلم)

اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے۔اس کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔رسول کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرے اس کی سنت پر چلے اور بدعت سے

بچے۔کتاب کی خیر خواہی یہ ہے کہ قرآن کے حلال کو حلال سمجھے،حرام کو حرام جانے۔محکم آیتوں پر عمل کرے،اور متشابہ آیتوں پر یقین لائے۔اور امثال (یعنی سابقہ امتوں کے قصوں) سے عبرت حاصل کرے۔مسلمانوں کے امیر کی خیر خواہی یہ ہے کہ مسلمان حاکم کی اطاعت ہر امر میں، گناہ اور خلاف شرع امور کے سوا ضروری ہے۔اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کو حتی الامکان نفع پہنچائے۔شر اور ایذا سے محفوظ رکھے۔نیکی کا حکم دے، برائی سے روکے اور ان کے لئے وہی بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین کی درستگی دو حقوق کی ادائیگی پر منحصر ہے۔ ایک حقوق اللہ (اللہ کے حقوق جیسے ایمان، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، تبلیغ، جہاد وغیرہ) دوسرے حقوق العباد (بندوں کے حقوق جیسے اطاعت امیر عام مسلمانوں، والدین، زن وشوہر، پڑوسی، یتیم اور محتاجوں کے حقوق وغیرہ) اب رہا قرآن تو وہ اسلام کا دستور اور وہ نظام حیات ہے جس پر کاربند ہو کر ایک باشریعت اور باعزت زندگی بسر کی جاسکتی ہے۔

جس کے پاس تقویٰ نہیں اس کا دین کامل نہیں (دیلمی)

مطلب یہ ہے کہ دین کا دارومدار پرہیزگاری پر ہے۔جو شخص جتنا متقی ہوگا اتنا ہی دیندار کہلانے کا مستحق ہوگا۔

علم دین کا ستون ہے (ابوالشیخ)

حسن خلق (اچھے اخلاق) نصف دین ہے (دیلمی)

اس شخص کا ایمان کامل نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا دین مکمل نہیں جو عہد کا پابند نہیں۔اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے۔اس وقت تک بندہ کا دین درست نہ ہوگا جب تک کہ اس کی زبان درست نہ ہو۔اور زبان درست نہ ہوگی تاوقتیکہ دل درست نہ ہوگا (طبرانی)

مذکورہ حدیث کے دو نصف ہیں۔نصف اول کا تعلق تزکیۂ اخلاق سے ہے اور نصف دوم کا تعلق ترک لایعنی اور تصفیہ قلب سے ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ ایک دیندار آدمی معاملات میں کھرا اور صاف ہوتا ہے اور کبھی زبان وقلب کو بیکار نہیں رکھتا۔بلکہ زبان کو ذکر سے تر اور قلب کو چراغ فکر سے منور رکھتا ہے تاکہ اس کی روشنی میں حق وباطل کا امتیاز کرسکے۔

حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔اور ان دونوں کے درمیان شبہات ہیں۔جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس میں نے شبہات سے پرہیز کیا اس نے اپنی آبرو اور دین کو بچالیا (صحاح ستہ)